



SHAMS-UL-ISLAM, BHERA

سالانہ چندہ

عوام سے

طلبہ سے

بیادگار عظیم مکتبہ خیرات مولانا الحاج خضر علی صاحب دہلوی ضابطہ کوئی اللہ صر

زیارت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بنگلی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

سالانہ چندہ

معانین سے

غیر مالک سے

حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد (۱) اللہ و فی دہر و فی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام (۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم و دینیہ (۳) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم عزیمت جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۵) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جاوے گی (۶) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۷) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۸) قیام خانہ (۹) کتب خانہ (۱۰) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۱۱) مسلم فوجوانوں کی تنظیم کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۱ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہمراہ کی چندہ یا نسخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مقبرین بنگار صاحبان کے لئے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
 - ۲۔ اگر کان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ کفایت کم از کم چار آدہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
 - ۳۔ عام سالانہ چندہ معانین سے صر طلبہ سے بچہ مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ہر کے مکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
 - ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قریہ کی طرف سے ہمینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
 - ۵۔ جو ایک لئے جوابی کارڈ یا مکٹ آنا چاہئے
 - ۶۔ پریمگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔
- علام حسین منیر سالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے**
- جلد خط و کتابت
دہلی نیشنل

سرخ پتیل کا نشان یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پتیل کا نشان لگا یا گیا ہے جن کے چندہ کی برآمد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ ضروریہ کی آواز نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی۔ آر سال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی فرض ہوگا۔ (علام حسین منیر شمس الاسلام)

شرابی رہبر

(طاوت)

جس قوم کے ہوں رہبر شرابی
اک ہاتھ میں ہے ساغر گلابی
پیر کا کو آئی وحی شتابی
لے ڈوبی مجھ کو حاضر جوابی
اللہ ان کی عصمت مائی
چندوں میں ہو گی پھر بے حسابی
رکھتے ہیں گویا وصف ذبابی
کہتے ہیں مجھ کو وہ بھی دلابی

پوچھو نہ مجھ سے اس کی خبر ابی
اک ہاتھ میں ہے مفتی کا ستوی
مجموع بھی ہے الہام بھی ہے
سننے نہیں وہ اب بات میری
نہتے ہیں اب تو ہر جعفری سے
جام پلوں پر پھر ہاتھ میں ہے
ابنا رہے ہیں ہر گندگی کو
تقلید سے ہیں جو دور کو ہوں

دل میں ہے میرے عشق ان کا نافذ
شاہ ہیں جس پر اشکِ حنا بی

بہارِ جاوداں

(طاوت)

عروسِ جنت الفردوس جو رہا دیاں تم ہو
کہ میرے عشق رنگیں کی بھی رنگیں داتاں تم ہو
مخاطب میرے تم ہو اور رذیب داتاں تم ہو
کہ رو داؤ محبت کی نہاں تم ہو بیاں تم ہو

ہو اے زندگانی کی بہارِ جاوداں تم ہو
کہانی درودِ دل کی دیکھ لو تم لینے جلوں میں
مجھے محمود و نامحمود سے ہے کیا مطلب
میری شہوا بیاں ہے تیری تصویر ہے پیدا

دلِ طاوت میں ہے جس کی الفتِ شہت اور قائم
وہ دلبر و لہر یا دل آشنا اور دستاں تم ہو

”تزکیہ و تصوف“

(از ابن الاثر مولانا سید محمد ازہر شاہ ضا قیصر کاشمیری دیوبند)

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس پیدا کرنے والے اور دینے والے کردگار حقیقی کے عطیات و انعامات کا ایک حسین و جمیل موقع اور تقاضا عالم کے مومنے کلم کی جدت طرازی اور فن کاری کا ایک بے مثل نمونہ تھا، دل و دماغ کا کوئی کمال، علم و عمل کی کوئی خوبی، صورت و سیرت کا کوئی حسن اور ظاہر و باطن کی کوئی نعمت نہیں جو آنحضرت کی ذات آدمی میں جمع نہ کر دی گئی ہو کسی کالج کسی درس گاہ اور کسی علمی مرکز میں اپنی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ اور کوئی ایک ساعت بسر کئے بغیر جناب اللہ آنحضرت کو وہ حکمت و دانائی، علم و بصیرت اور فہم و فراست حاصل تھے کہ یونان کے مشہور حکماء اور یورپ کے فلاسفر بھی ان کے سامنے طفل مکتب بن کر رہ گئے کسی سے سیکھے اور پڑھے بغیر ان پر دین و دنیا کے حقائق اعلیٰ اور اسرار خفیہ اس طرح ظاہر ہو گئے تھے جس طرح ایک حاذق طبیب پر اچھے ہوئے کسی مریض کی بیماری اور امراض جسمانی کے تمام اسباب و علل ابتداءئے مرض کی تمام کیفیات اور بیماری کے آخری زمانہ کی تمام صورت حالی اشکاف ہو کسی مرشد اور کسی روحانی رہنما سے معمولی سے استفادہ کے بغیر آنحضرت کے روحانی کمالات و کمالات اس قدر عظیم شان تھے کہ انہیں نہ ماننے پر اٹ بیٹھے ورنے بھی ان گئے اور تسلیم نہ کر۔ نہ کاہنیہ کئے ہوئے لوگ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کسی مری اور مریز کی کے قریب بیٹھے اور پس بیٹھے بغیر بھی ان کی اخلاقی اور عملی قوتیں اتنی خوشتر تھیں کہ خلقِ جا اخلاق کا میار اور بنی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں و فعل اچھے اعمال کی ایک

مثال قرار پائے، یہ قول خواجہ شیراز سے منگرا کر کہ مکتبہ زکات و خطہ نوشتہ مسئلہ غزوة آموزہ و صدر مدرس شد اور آنحضرت کے ان روحانی اور باطنی کمالات پر ان لوگوں کو نہ کوئی تعجب ہے اور نہ انہیں مان لینے میں فراسا کوئی تاثر و تردد، جو خدائے برحق کی کارسائیوں سے باخبر ہیں اور اس کی قدرت و مشیت کی بے پناہیوں اور بے کرانیوں پر جنہیں اعتبار ہے وہ مانتے ہیں اور بدعہ مانتے ہیں کو دینے والے میں ہر طرح اور ہر وقت ہر چیز دے دینے کی قوت ہے اور اس نے اپنی عادت عمومی کے خلاف ظاہر کسی بہانہ کے بغیر ہی اپنے محبوب عالی قدر کو سب کچھ دے دیا تھا۔ وہ جانتے ہیں اور ان کا یہ ہانا اصل حقیقت اور اصل واقعہ کو جانتا ہے کہ آنحضرت کی ہستی خلا موجود اللہ اصل کائنات اور زینت مخلوقات تھی۔ وہ نبیوں میں سب سے بڑے نبی، پیغمبروں میں سب سے بڑے پیغمبر، بنیایان حق میں سے سب سے بڑے رہنما اور خدا کے محبوب بندوں میں سب سے زیادہ پاک اور سب سے زیادہ روشن ضمیر اور زندہ دل بندے تھے پھر اس پر کیا تعجب کہ اللہ پاک نے انہیں روحانی اور باطنی کمالات بھی سب سے زیادہ اور علم و عمل کی زینتیں بھی سب سے جدا عطایا مائی تھیں۔

آپ کے تین اوصاف

قرآن کریم نے جہاں متعدد مواقع پر آنحضرت کو ظاہری و باطنی صفات کا جامع اور آپ کی ہستی کو جمیع کمالات خلا

کا منظر تمام بتایا ہے جو ان خصوصیت سے آپ کے تین اوصاف الگ لگائے ہیں۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم يتلو علیهم آیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والْحکْمۃ (قرآن)

وہ جس نے بھیجا ان پڑھوں میں سے ایک پیغمبر انہیں میں سے ایک پیغمبر اور علم کا جو پڑھ کر سنا ہے ان کو اس کی باتیں اور پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت

اس آیت کریمہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ہذا کا الہی کلام الہی کی آیات سنا نا اور مشیت ایزدی کے نشانات بتانا اور سوچنا بھی آپ کا ایک وصف ہے اور متبعین و مقلدین کے باطن کی پاکیزگی، تہذیب نفس، ہدایت اخلاق اور تعمیر زندگی پر توجہ دینا بھی آپ کے کمالات نبوت میں سے ہے اور تہذیب و حکمت سے نا آشنا دماغوں اور زمین و آسمان کے سارے مناظر عجیبہ پر گہری نظر ڈال کر ان کے پیدا کرنے والے خالق اکبر کے ملک تخلیق و تکوین پر ایمان دلانے والے سرشاران کفر و ضلالت کو ان حقائق الہیہ اور ان مدارف شرمیہ کا اظہار کرنا بھی آپ کی خصوصیت تھی جن لوگوں کی میزان قتل و نظر صحیح ہے اور تو لے لیں کسی قسم کا فرق نہیں کرتی وہ تول کر دیکھ لیں کہ رسول عالی وقار کے تمام اوصاف میں سے یہی تین وصف بہت قیمتی اور ان تین میں سے یہ تریکہ بہت اہم وصف ہے ضرورت ہے کہ اس مختصر سی تحریر میں تریکہ ہی پر چند گذارشیں پیش کی جائیں۔

ترکیہ

قرآن کریم نے آیت مندرجہ بالا میں جہاں تریکہ کا ذکر فرمایا ہے اس کے بیاق و بسائی اور لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد الہی یہ ہے کہ آپ صرف

آیات کو سنا دینے اور پڑھا دینے ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ تمام مسلمانوں پر اس تعلیم و تلامذت کا رنگ پڑھا دینا اور اس کتاب و تعلیم کو ان کے کانوں اور دماغوں سے گزار کر ان کے قلوب و اذہان کو اس رنگ میں رنگ دینا اور ان کے اعضاء و جوارح کو اس اثر سے متاثر کر دینا دراصل آپ کا مقصد تھا اور سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک پیغمبر اور رسول برحق کے منصب بلند کا سب سے بڑا فرض اور ان کے مشن کی سب سے نمایاں کامیابی یہ ہے کہ وہ جو پیغام اپنی قوم کو دے اس پیغام کو قوم کے دل و دماغ کی ہر ریلوں میں بٹھا دے اور ان کے معورہ قلوب میں اس سبق اس ہدایت اور اس پیغام کے سوا کوئی سبق کوئی ہدایت اور کوئی پیغام نہ ہو۔ ان کی زندگی کا مقصد اس تعلیم و تقیین کو اپنا لیجئے اور دوسروں تک اس سے پہنچا لیجئے کے سوا اور کچھ نہ ہو اور ان کا کام اس کام میں لگے رہنے کے سوا اور کوئی نہ ہو تعلیم دینا، پڑھا دینا، بتا دینا، سکھا دینا یا ایک اور منصب ہے اور جس چیز کی تعلیم دی جائے جو سبق پڑھایا جائے اسے اپنے طریقہ اثر و اثر میں عملی طور پر کامیاب بنا دینا یا اس سے بہت نرا ہوا گئے کا اور اشکال و اہتمام کا منصب ہے جس میں پہلے منصب ہے بد جہاز اندرونی طاقت اور اخلاقی اوصاف کی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال یہ تریکہ نفس اور اپنی مجلس میں حاضر رہنے والے اصحاب ناہار کی تربیت روح اور ترقیات باطنی کا ہتھم بالشان غرض ادا کرنا تھا۔ آپ کے باطنی تصرفات اور چشمِ نردن میں ماہیت قلب کر دینے اور خیالات و رجحانات کی باگ برائی کی طرف سے موڑ کر بھلائی کی طرف کر دینے کے حصہ ہا واقعات ہیں جو تاریخ کا موضوع ہیں اور تاریخ ہی میں اطمینان بخش طریقہ پر پڑھے جا سکتے ہیں۔

لیکن یہ تو آپ کے باطنی تصرف اور آپ کے مزک قلب

ہوئے کاسب سے بڑا ثبوت ہے۔ عرب کی وہ قوم جو جہالت کے تاریک ترین غاروں میں مدتوں سے بیڑی ہوئی ہاتھ پاؤں پیٹ رہی تھی اور جس سے انسانی شرف و فضیلت، اخلاق کی خوبی اور اعمال کی حسن و خوبی کا ہر ہر جز چھن گیا تھا۔ جو آپس میں لٹنے مرنے والا جانوروں کا ہم طبیعت ایک طویل عرصہ تھا۔ اور غیروں سے بغض و عناد رکھنے والا یہ انہم کا ہم رتبہ ایک انبوہ کثیر جس کے پاس فہم و فراست تھی اور نہ کوئی علمی اور اجتہاد کی خصوصیت جسے صنعت و کامیگری میں کوئی کمال تھا۔ اور علوم و فنون سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ یہی کیم نے ان پر ایک نظر ڈالی اور ان کے جمہوریت میں یہاں تک حال قوم اور یہ اجل و بیدار ملک زندگی کی ایک انگریزانی لے کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر اس طرح کھڑا ہوا کہ سالہا سال بیت گئے۔ مدتیں گزریں صدیاں بھل گئیں مگر ان کی علم و عمل کی طاقتوں پر نہ حال نہیں آیا دنیا نے بہت کوششیں کیں مگر ان کے پائے سعی و عمل کی طاقتوں پر نہ حال نہیں تھا۔ دنیا نے بہت کوششیں کیں مگر ان کے پائے سعی و عمل میں قید و بند کی کوئی زنجیر ڈالی جاسکی۔ زمانہ لے بہت چاہا مگر ان کی ترقیات و کمالات پر انھیں طعناں نہ ہوا یہی کیم علیہ السلام کے مڑی قلب ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ جسے عقل سلیم اور فطرت صحیح تسلیم کرتی اور ماننی ہے۔

تزکیہ نبی کریم صلعم کے بعد

علماء و صلحا و ربقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات علیہ و عقل کے وارث ہیں۔ ان میں سے بعض کے حصہ میں تلواریں کتاب آئی ہے۔ بعض کو تعلیم کتاب کا کام سپرد ہوا ہے۔ بعض کو تعلیم حکمت کا فرض سونپا گیا ہے۔ بعض کا منصب صرف تزکیہ ہے اور ان میں سے بعض جامع اوصاف بھی ہیں۔ چنانچہ اسی طرح ہوتا آیا ہے۔ اور اب

بھی ہوتا ہے۔ کہ تلواریں قرآن کریم نے والے حفاظ و کرام میں جن کا الگ ایک گروہ اور صرب اتنا ہی کام ہے قرآن کے مطالب و معانی کی خدمت انجام دینے والے علماء ظاہر ہیں جو درس و تدریس اور تحریک و تقریر کے ذریعہ اس دینی خدمت کے بحالانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ پھر تعلیم حکمت دینے والے علماء باطن اور محققین صوفیہ ہیں۔ اس طرح تزکیہ کرنے والے آپ کی امت کے وہ اہل قلب اور صاحب حال بزرگ ہیں جو آپ کے انفاس و انوار کے وارث و حامل ہیں۔ اسرار دینیہ سے واقفیت رکھنے والا کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد پورا کرنے اور ان کی برکات ساری مخلوق الہی تک پہنچانے کے لئے تزکیہ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی کتاب و حکمت کی تعلیم و تدریس۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ تعلیم ہے اور وہ تربیت۔ دونوں کی ضرورت ہے۔ تزکیہ کے بغیر علم سے اعلیٰ دینی تعلیم بھی بے سود ہے اور تعبیر اس کے انسان کو روحانی کمالات اور باطنی اوصاف کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ ایک عرصہ تک ایسا ہوتا رہا کہ اہل دل سیرت اور علماء کرام نے متحد ہو کر شہادت اپنے اپنے طریقہ سے اسلام کی خدمت اور بندگان خدا کی تربیت و تعلیم کا یہ فرض عظیم ادا کیا۔ علماء ظاہر سے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی اس کی خوشی ناخوشی کا حال اور شریعت کے احکام کا علم ہوا تو ان بزرگان دین سے حقائق شرعیہ اور اسرار باطنیہ علم اور انہیں حاصل کرنے کا شوق و ولولہ مابقت کا جذبہ قلب میں تازگی و برکت روح میں بالیدگی، طاعت میں سہولت و اخلاص تہذیب نفس اور طہارت باطنی حاصل ہوئی جسے لفظ احسان سے مخصوص قرآن و حدیث میں تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعد میں اسی تزکیہ اور احسان کے تصوف، طریقت علم باطن اور سلوک یہ مختلف نام رکھے گئے۔ اور اس وقت

بھی پیدائش ہوئیں کہ یہ چیز بدعت ہے یا سنت، فرض ہے یا واجب مستحب ہے یا مباح، اور شریعت و طریقت میں معاشرت ہے یا موافقت، اور پھر اس میں مختلف مذاہب اور مختلف گروہ بن گئے۔ اور یہ ایک بہت بڑا اختلافی مسئلہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ ظاہر و باطن کی تقسیم ہوئی اور بہت سے لوگوں نے اس پر مصالحت کر لی کہ شریعت و طریقت کی راہ الگ الگ ہے منزل الگ ہے۔ لیکن الگ ہیں۔ اور راہ نور والگ ہیں۔ حالانکہ یہ تصوف و طریقت بدعت نہیں بلکہ تقسیم اور اس تقسیم پر ہر دو طبقوں کا یہ اصرار یہ عصبیت اور یہ جوش و غضب بدعت بھی ہے اور سراسر ضلالت و گمراہی بھی اس لئے کہ یہ اظہار من الشمس حقیقت ہے کہ تزکیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف خاص ہے جسے زبان وحی نے آپ کے اوصاف کے تذکرہ میں کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ قرآن نے تزکیہ کو نبی اکرم کا ایک وصف لکھا ہے اور آنحضرت کے اس وصف کے بڑے بڑے کمرشے ظہور پذیر ہوئے ہیں پھر کیسے کہا اور مانا جاسکتا ہے کہ تزکیہ یا تصوف و طریقت کوئی بدعت ہے

ہاں یہ ضرور ہو اسے کہ جس طرح کتاب اور حکمت کی تعلیم بعد میں ایک فن اور ایک صنعت بن گئی۔ اور ان کے لئے بہت سے علوم اور مقدمات وضع کئے گئے جس میں لکھی گئیں اساتذہ اور طلبہ کا ایک پورا سلسلہ پیدا ہوا۔ دوسکائیں کھلیں۔ مدرسے قائم ہوئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ تزکیہ بھی ایک فن اور ایک صنعت بن گیا جس کے لئے باقاعدہ تعلیم اور اساتذہ و فن کی ضرورت ہوئی۔ باقاعدہ اس کے مضامین اور مباحث مرتب ہوئے۔ اصطلاحات وضع کی گئیں۔ طریقے اور قواعد بنے جاتے ہیں اور خلوت کدے تعمیر ہوئے۔ صوفیہ نے خاص قسم کی ایک صورت بنائی۔ خاص طرز کا ایک لباس پہنا۔ اور خاص طرز کی ایک زندگی اختیار کی جس نے طریقت کو شریعت سے بالکل

الگ کر دیا۔ اور علمائے ظاہر و باطن کے دو گروہ پیدا ہو گئے۔ دونوں گروہوں میں قدیم تا تفریق و تقسیم ہو گئی اور دونوں کے دلوں میں آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے لئے بعد اور دوری کے جذبات پیدا ہوتے پاتے گئے۔ پھر یہ بھی ہوا کہ جس طرح مرد و ایمان سے علماء ظاہر میں بر خود غلط قسم کے لوگ شامل ہو گئے۔ اچھی قابلیت رکھنے والے اصحاب نہ رہے۔ اور ان کا منصب نااہل لوگوں کے قبضہ میں آیا۔ اور ان کی لیے علمی و بد عملی سے دین اور اہل دین کو نقصان پہنچا۔ اسی طرح ادھر تصوف کی مسند پر بھی نقلی صوفی اور بنا دنی پیر آ بیٹھے۔ انہوں نے پان کھا کر لبوں کو بھی رنگا سرمرنگ کر کے آنکھوں کو بھی روشن کیا، شانوں پر کاکلی عنبرین کو بھی شکن در شکن لٹکایا گیا۔ گہرے رنگ کے پیرا بن تو سے اپنی عظمت و شان کا بھی اظہار ہوا۔ ہاتھ میں سبکہ مدد دانہ اور بغل میں دلق و سجادہ بھی بٹا گیا۔ مجلسیں اور محفلیں بھی قائم ہوئیں۔ گانے اور قوالی بھی جائز سمجھے گئے۔ باجے بھی بجے اور ڈھول بھی پیٹے۔ وجد اور حال بھی آئے بستی اور بیہوشی بھی طاری ہوئی۔ اولیاء اللہ کے مزاہات پر سب کو تیزی بھی ہوئی۔ اور شیوخ و قہقہے باندھ کر ادب مجلسیں جاکر بھی بیٹھے پر سب کچھ ہوا مگر تزکیہ و تصوف کی اصل حقیقت کھوئی گئی۔ اور صرف تماشے، تنوع کاریاں، نفسانی لذتیں اور شور و سنکا محو رہ گئے اور یہ ایک تصوف میں کیا؟ مسلمانوں کی زندگی کا کون گوشہ ایسا ہے جو ان گروہ بندیوں، الم فرقہ سانیوں، ان پارٹی بندیوں اور ان بد عملیوں اور کوتاہیوں سے بری ہے

جنگ ہفتاد و ملت ہم را عذر بند

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زند

عشر کی فرضیت اس کے احکام و مسائل

(از جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کافیل مدرس مفتی طالع العلوم عربیہ بھیرہ)

لکھ من الارض | ہم نے زمین سے نکالا ہے۔ اس میں سے اچھا مال براہ خدا میں صرف کرو۔

پر عمل نہ کرے ماوراء مالدار ہو کر خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی اچھی چیزوں کو خود کھا تا پتیا اور مزے اڑاتا ہے۔ لیکن شکریہ ادا نہیں کرتا۔ یعنی اس مال کا حق واجب ادا نہیں کرتا اور اللہ کی براہ میں خرچ سے پہلو تہی کرتا ہے۔ تو یہ سخت لعیب و حیرانی کی بات ہے۔ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے اہم اور بنیادی حکم کی پرواہ نہ کرنا اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو خدا کی براہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی چرنا دار اصل پر ثابت کرتا ہے۔ کہ ایمان کے امتحان میں یہ لوگ کامیاب ہو کر نہیں نکل سکتے۔ اور یہ ان کم حوصلہ و سست بہت لوگوں میں سے ہیں جو محبت و دوستی کے دعوے تو کرتے ہیں۔ مگر اپنے محبوب اور دوست کی خاطر جیب سے کچھ خرچ کرنے یا غلہ کے انبار سے کچھ مسکین کو حق دینے کا جب وقت آتا ہے تو کہتے ہیں: "اگر نہ طلبی سخن دہیں امت" اللہ کی پابندی میں اور اس پر کامل ایمان لانے والوں کے گمراہ میں صرف وہی لوگ شامل کئے جا سکتے ہیں۔ جو اللہ کی محبت پر جان، مال، اولاد و خاندان و وطن، ہر چیز کی محبت کو قربان کر دیں۔

لن تتلوا البر حتى تتفقوا | تم نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں خدا کی راہ میں قربان نہ کرو۔ جن سے تم کو محبت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو اتفاق فی سبیل اللہ، لوجہ اللہ کھلانے یا لافسے، ننگوں کو کپڑا پہنانے

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار وان گنت نعمات و احسانات کی بارش کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندہ اور ان نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والے افراد بہت کم ملتے ہیں۔ وقلیل من عبادی الشکورا اور لکن اکثر الناس لا يشکرون۔ مگر جو کافرو باغی ہیں وہ اگر کفران نعمت کرتے ہیں تو زیادہ لعیب اس لئے نہیں کہ ان کی توبہ یا دعا ہی ٹیڑھی اور غلط ہے اس لئے ان کی زندگی کی ساری عبادت ہی ٹیڑھی ہوگی۔ لیکن مرد مومن یعنی دل سے توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن مجید اور آپ کے ارشادات کو سچا یقین کرنے والا۔ اور مرد مسلم یعنی اس تصدیق قلبی کے مطابق اپنے آپ کو بالکل اللہ کے حوالے کرنے والا اور ہر ارشاد خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور گردن جھکانے والا اگر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا | اے ایمان والو جو پاک چیزیں ہم نے کھو امن طیبات ما تم کو مرحمت فرمائی ہیں۔ ان میں سے رزقنا کما واشکروا | کھاؤ اور پیتو اور اس بھاری بھاری ان کسبتم ایاک | کے ساتھ یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو۔ اگر تم خاص قعبداون | ان کے ساتھ غلامی کا نعلق رکھتے ہو اور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا | اے ایمان والو تم نے جو مال کما لے ما کسبتم و ما اخرجنا | ہیں۔ اور جو رزق تمہارے لئے

سبیل اللہ کا حکم ہے۔ اس کو عام طور سے عشر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس مضمون میں عشر کے مسائل و احکام اور اس کی حقیقت و اہمیت پر بحث کی جاتی ہے۔

عشر کی فرضیت و اہمیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :-
یا ایہا الذین امنوا انفقوا | اے ایمان والو جو پاک مال تم
من الطیبات ما کسبتم | نے کمائے ہیں۔ اور جو بھیدارہ
وما اخر جبالکم من | ہم نے تمہارے لئے زمین سے
الارض (بقوع ۳۷) | نکالی ہے۔ اس میں سے راہ خدا
میں خرچ کرو۔

اور سورہ انعام میں فرمایا

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ
مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ
وَالْأَنْجُلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا
أَلْوَانُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالزَّمَنَ
مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ
كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ
وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ
وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا
يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ
(سورہ انفاس ۱۷)

خدا کے دین کی خدمت اور خدا کے بندوں کی مدد میں وہ پیسہ
پیسہ صرف کرنے اور دولت مندی و خوشحالی میں بھی خدا
کو فراہم کر کے مال کے متعلق احکام الہی کا پورا پورا
خیال رکھنے کی جا بجا تاکید و تعلیم فرمائی ہے۔

ایک توافق فی سبیل اللہ اور صدقات و خیرات کی عام صورتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور نیکی کا عام حکم دیا ہے تاکہ لوگ اپنی زندگیوں میں عموماً بھلائی کا طریقہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "قرآن مجید" میں متعدد آیتوں میں یہ تہا کہ سمجھا دیا کہ خدا کے اس راستے کا جس میں نیکی، فلاح و کامیابی ہے کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کا دل کھلا ہو، جو جو رزق بھی اللہ تعالیٰ نے تمھوڑا دیا بہت دیا ہو اس سے خود اپنی ضرورتیں بھی پوری کرے۔ اور اپنے بھائیوں کی مدد بھی کرے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے بھی خرچ کرے۔ اور راہِ خدا میں اس طرح خرچ کرنے کے سارے طریقے اور ضوابط و احکام بیان کر دیئے گئے۔

اور ایک اتفاق فی سبیل اللہ کی وہ خاص صورت ہے جو کہ فرض ہے۔ اور جس کو نہ کوۃ کے نام سے تفسیر کیا گیا ہے اور اس خاص حکم نہ کوۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر مال اگر تمہارے پاس جمع ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا خدا کی راہ میں ضرور صرف کر دو۔ اور اتنی پیداوار تمہاری زمین میں ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا حصہ تو ضرور خدا کی نذر کر دو۔ یعنی کم از کم اتنا تو ہر مال ذرا کہ راہ خدا میں دینا ہی پڑے گا۔ اور اس سے زیادہ جس شخص سے جو کچھ بن آئے وہ اس کو صرف کرنا چاہیئے۔

سونے چاندی، بیڑ بکری، اونٹ، گائے کی صورت
میں ان اموال کے مالکوں پر جو اتفاق فی سبیل اللہ فرض
اور لازمی ہو جاتا ہے۔ اس کو آج کل عام طور سے زکوٰۃ
کہا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں اس زکوٰۃ کے متعلق کچھ لکھا
مقصود نہیں۔ اور زمین کی پیداوار کے متعلق جو اتفاق فی

اور حد سے مت گزرو۔ وہ یقیناً حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما استفت
السما والعبون او کان
عشر یا العشر وما یستقی
بالنقص نصف العشر
(رواہ البخاری)

دھڑ وغیرہ سے سیراب کیا ہو اس میں بیسواں حصہ ہے
اسی معنوں کی روایتیں ترمذی وغیرہ کتب احادیث میں
موجود ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ المتحارکے
اس قول مجب العشر کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

ثبت ذالک بالکتب عشر قرآن وحدیث اجماع وقیاس
والسنة والاجماع لم یقول
ای یفترض لقولہ تعالیٰ
واذا حصد یوم حصادہ
فان عامة المفسرین علی
انہ العشر اذ نصفہ هو
مجموع بیئہ قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما سقت السام
نصف العشر وما سقت نصف
العشر ۶۳

کی پیداوار ہو اس میں دسواں اور جو ڈول برس یا دھڑ سے
سیراب ہو اس میں بیسواں حصہ دینا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی آیات بینات، ارشاد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع مجتہدین امت سے ثابت

شدہ حکم شریعت کی اہمیت اور اس کی تعمیل کی ضرورت
پر مسلمان کو خود محسوس کرنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے
کہ اس میں کوئی ناہنجاری یا غفلت کرنا کتنی بُری بات ہے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے پنجاب کے ان اضلاع میں
عشر کا مسئلہ بالکل شریعت منسوخ اور لیسٹا منسوخ ہے۔

اور بہت سے مسلمانوں کو یہ علم بھی نہیں کہ ہر فصل کے موقع
پیمہ جو منوں غلہ گھیر لے جاتے ہیں یا باغات کا پھل فروخت

کمر کے ہزاروں روپیہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان میں اللہ
تعالیٰ کا حق بھی ہے جس کی ہم نے کبھی پروا نہیں کی کس

قد و اسفوس کا مقام ہے کہ قارو تو ان خداوند تعالیٰ
نے زمین میں نمو کی قوت رکھی۔ اس نے تخم کو درمیان میں

پھاڑ کر اس میں سے کوئیل کو نکالا۔ اس نے مٹی پانی ہوا
وغیرہ سے اس کی پرورش کر کے چھوٹے سے پودے کو

قوت و منبہطی دی۔ بارش برسا کر اس کی آبپاری
کی سورتج اور چاند کی روشنی سے اس کو بڑھنے پھلنے

پھولنے اور پکینے دیا۔ (۱) فتم ترو عوند ام نحن الزادون
فرض اسی نے اور صرف اسی نے تمہارے خرمونوں کو غلہ کے

ڈھیروں سے بھر دیا لیکن تم نے اس کو فراموش کیا اور اس
کھیتی کی پیداوار اور باغات کے میوؤں کے بارے میں اس

کے حکم کی کچھ پروا نہ کی جس نے تم کو چالیس من دیا اس
کی رضامندی کا خاطر تم سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنے کسی مسکین بھائی

کو اپنے کسی بھوکے بڑوس کو اپنے کسی محتاج رشتہ دار کو
چامین یا دمن اس کے نام پر دے دیتا۔ اگر تم بخل یا کجی

کو مال کی محبت کو دلی سے نکال کر ان مصارف میں اس
پیداوار کا حصہ خرچ کرتے تو سوچو کہ مسلمانوں کے

اجتماعی نظام کے کتنے فوائد حاصل ہو جاتے کتنے طالب العلم
دین کی سمجھ حاصل کر کے کامل مسلمان بنتے۔ اور دوسروں کو
تبادیتے کتنے یتیم و لاوارث بچے بڑھ کر مذہب و باخلاقی
ہو کر قوم کے قابل اور کارکن اخراج بنتے۔ اور بد اخلاقیوں

ہے کیونکہ یہ تو اس نے بدن سے زائد مواد نکال کر معدہ کی تطہیر کی ہے۔ اور معدہ کی صفائی کا انجام یہی ہو گا کہ رگ رگ میں تازہ اور صاف خون دوڑنے لگے گا۔ اور سارے اعضاء قوت یاب ہو کر بہترین صحت نصیب ہوگی۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ

(۱) یحییٰ اللہ الہ بواذیربی اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور الصدقات (بقرہ) صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

(۲) وما آتیتم من تم بالیوبی اور جو چیز تم اس غرض سے فی اموال الناس فلا یوہوا دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں عند اللہ وما آتیتم من زکوٰۃ پہنچ کر زیادہ ہو کر آجائے۔ تو ترید دن وجہ اللہ فادلک یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا ہم المضعفون۔ اور جو زکوٰۃ وغیرہ دو گے (سورہ روم) جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ اپنے دیئے ہوئے کو خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

لیکن اس بارہ کو سمجھئے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں انسان کی تنگ نظری اور جہالت مانع ہے یہ محسوسات کا بندہ ہے۔ جو فلہ اس کے گودام میں بھرا ہوا ہے اس کو تو دیکھ کر مانتا ہے کہ ہے جو سود پر کسی کو دے کہ اس کے ہی کھاتہ کی رو سے بڑھ رہا ہے۔ اس کے خیال میں وہ خود واقعی بڑھ رہا ہے مگر دس بوریاں گودام میں محفوظ رکھتے وقت ایک بوری کسی تنگیں و یتیم کو دیتا ہے۔ ظاہری آنکھوں سے وہ نہیں دیکھتا کہ وہ بھی میرے پاس موجود ہے بلکہ بڑھ رہا ہے۔ اور کس طرح بڑھ رہا ہے۔ وہ تو بس یہی سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر روپیہ میرے پاس سے گیا۔

انسان کی جہالت اور عقل کی کوتاہی کی وجہ سے آج دنیا دو گروہوں میں منقسم ہو رہی ہے ایک طرف سرمایہ دار طبقہ ہے۔ جو بڑے زبیدار، کار خاں دار اور مہاجن ہیں جو مال و دولت کو اکٹھا کر رہے ہیں لیکن اس میں سے

چوری، ڈاکہ زنی، دھوکہ بازی اور ناجائز ذرائع آمدنی سے زندگی گزارنے کی لعنت سے بچتے۔ اگر کوئی شخص صاف دل و دماغ کو لے کر سوچے اور دنیا وسیع نظر کے ساتھ دیکھے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جو شخص بے غرضی کے ساتھ جماعت کی بھلائی کے لئے فی سبیل اللہ کچھ خرچ کرتا ہے اس کا رویہ ظاہر میں تو جیب سے نکل جاتا ہے۔ مگر باہر وہ پھلتا پھوٹا چلا جاتا ہے یعنی اس سے ایک صالح نظام زندگی کی تشکیل اور صالح جماعت کی قیام تربیت ہو جاتی ہے۔ پھر اس صالح نظام اور صالح عنصر کی برکت سے آخر کار اس کو بھی بے شمار فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ گویا اس کا وہ مال آخر کار بے شمار فائدوں کے ساتھ اسی جیب میں واپس آ جاتا ہے جس سے وہ کبھی نکلتا تھا۔ اور جو شخص تنگ نظری، خود غرضی، کج غرضی کے ساتھ روپے غلہ وغیرہ کو اپنے پاس روک رکھا ہے۔ اور جماعت کی بھلائی پر بسکینوں، محتاجوں کی اجانت و امداد میں خرچ نہیں کرتا۔ وہ ظاہر میں تو اپنا پیسہ محفوظ رکھتا ہے اپنے گوداموں کو غلہ کی بوریوں سے بھر رہا ہے۔ یا سود کھا کر آسے اور بڑھتا ہے مگر حقیقت میں وہ اپنی حماقت سے اپنی دولت گھٹاتا ہے۔ اور اپنی بریادی کا سامان کرتا رہے۔ سود سے۔ راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے۔ گو بظاہر بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے۔ تو کیا اس کو یوں سمجھو گے کہ یہ قوی و توانا ہو گیا نہیں بلکہ وہ تو پیاری پیاری موت ہے۔ اور نہ زکوٰۃ و عشرے فی سبیل اللہ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے سے ظاہر قویوں معلوم ہو رہا ہے کہ مال کم ہو گیا ہے۔ چالیس کے اتالیس یا دس من کے نو من رہ گئے لیکن فی الحقیقت حقیقت شناس نگاہوں میں وہ بڑھ رہا ہے جیسے کسی مریض کا بدن سہل و متقیہ سے اول یا بد ظاہر گھٹا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس کا انجام صحت

کچھ کم کر کے دوسرے کو دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ دیکھا جا رہا ہے کہ ایک بڑا زمیندار مٹی جون کے گرم موسم میں تو شملہ کی چوٹی پر پوری کوٹھی میں آرام و راحت سے نغلی کو چوں پر بیٹھا ہوا دواغیش دے رہا ہے۔ اور یہاں کھیتوں میں ایک کاشتکار ایڑی سے چوٹی تک پسینیں ڈھبا ہوا سورج کی تیز گرمی اور بدن کو جھلنے والی تو میں دھوپ کے وقت غلہ ہبیا کر رہا ہے۔ اور اس زمیندار کے کارندے ہزاروں من گندم اس کا حصہ لے جا کر منہال کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس میں سے کسی غریب کو کسی یتیم کو، کسی بیوہ کو، کسی طالب علم دینے کو کسی مسافر کو ایک دانہ بھی نہیں ملتا۔ اللہ کا بندہ یہ کبھی نہیں سوچتا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قسم کی کیف برداشت کئے اور پسینہ بہائے مجھ پر اتنا انعام فرمایا۔ اور مجھے اس قدر کاماک بنایا تو میں بھی اس کی ناشکری نہ کروں گا۔ اور اس مال میں اس کے احکام و اوامر کا خیال رکھوں گا۔ مگر وہ تو انماؤدیتہ علی علم عندی کچھ دالے کی طرح جو اللہ تعالیٰ کا کچھ احسان ماننا ہی نہیں اس لئے اپنی ملوکہ زمین کی اس حلال اور جائز کمائی میں سے حق اللہ ادا نہ کرتے اور حقداروں کو حق روک دینے کے ظلم کا رد عمل ایک ظلم کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے کہ دوسری طرف ایک ایسا گمراہ پیدا ہو چکا ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے جس کے دل میں حسرت کی آگ جل رہی ہے اور سرایہ دونوں کے خزانوں پر ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ انسانی تہذیب تمدن کی ساری بساط آلت دینا بچتا ہے۔ اور یہ وہ گمراہ ہے جو مہادات، مسادات کے غم سے لگا کر میسر و غریب کو لڑتا رہا ہے۔ اور امن و ایمان کو تباہ کرنے پر تلا ہو رہا ہے اس کشمکش اور پیچیدگی کا صحیح حل اس حکیم و دانایا ہستی کی کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس فصل کی کجی ایمان بالند اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ اگر آدمی خدا پر ایمان لے آئے۔ اور یہ جان لے کہ زمین آسمان

کے خزانوں کا اصل مالک خدا ہے۔ اور انسانی معاملات کا انتظام اصل میں خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور خدا کے پاس ایک ایک ذرے کا حساب ہے۔ اور انسان کی ساری پھلائوں اور برائیوں کی آخری جزا و سزا ٹھیک ٹھیک حساب کے مطابق آخرت میں ملے گی۔ تو اس کے لئے یہ بالکل آسان ہو جاتے گا کہ اپنی نظر پر بھر دے رکھنے کی بجائے خدا پر بھروسہ کرے۔ اور اپنی دولت کو خدا کی ہدایت کے مطابق خرچ کرے۔ اور اس کے نفع و نقصان کو خدا پر چھوڑ دے۔ اس ایمان کے ساتھ وہ کچھ خرچ کرے گا۔ وہ دراصل خدا کو دے گا۔ اس کا حساب کتاب بھی خدا کے ہی کھاتے میں لکھا جائے گا۔ خواہ دنیا میں کسی کو اس کے احسان کا علم ہو یا نہ ہو مگر خدا کے علم میں ضرور آئے گا۔ اور خواہ اس کا احسان کوئی مانے یا نہ مانے۔ خدا اس کے احسان کو مانے اور جانے گا۔ اور خدا کا جب یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ اس کا بدلہ ضرور دے گا۔ خواہ آخرت میں دے۔ خواہ دنیا و آخرت دونوں میں دے۔ (خطبات مولانا مودودی صاحب)

اس تمام تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ عشر حبیبہ اہم اور ضروری حکم سے عام طور پر پوری بے پردائی ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ عام کاشتکار فصل کے موقع پر مختلف لوگوں کو کچھ نہ کچھ غلہ دے دیتے ہیں۔ اور ان بچاؤں کی سال بھر کی کمائی میں سے کافی حصہ اس طرح ادھر ادھر بٹ جاتا ہے لیکن انھوں میں سے بھی تو اسی کا ہے کہ آج کل مسلمانوں کے تمام امور بالکل شرعی نظام اور اسلامی طور و طریق کے خلاف خود ساختہ طور پر سرانجام ہو رہے ہیں۔ جو کچھ دیا جا رہا ہے اس میں عشر کی نیت ہی نہیں ہوتی حالانکہ نیت کئے بغیر قنبا بھی کچھ دیا جاتا ہے اس پر فصل صدقہ کا ثواب شاید ملے تو ملے لیکن فریضہ سے سبکدوشی کبھی نہیں ہو سکتی۔ نہ عشر کا حساب لگا کر باقاعدہ عشر کے قواعد و ضوابط

کے مطابق تقسیم ہوتی ہے۔ مصارف کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بلکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ مالدار اور فنی بیروں بیدوں کو نذرانہ یا گیارہویں وغیرہ کے نام سے دیتے ہیں۔ یا ڈوموں، مرسیوں کو ڈھول باجا جانے اور لغویات و فضویات کی وجہ سے دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ ساری صورتیں نہ شرعاً و سنت میں اور نہ اس طور پر دے دینے سے عشر کی ادائیگی ہوتی ہے۔ لہذا مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اور نہ اس سمجھ مسلمان اور بجائے غائب کے بسا اوقات مگناہ کا بوجھ سر پر لا دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ عشر کے متعلق چند ضروری مسائل بیان کر دیئے جائیں تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف ہو، خدا اور رسول کی محبت صحیح معنوں میں ان کے سینوں کے اندر موجود ہو اور وہ چاہتے ہوں کہ اسلامی زندگی گزاریں اور ایمان کے تقاضے پورے کر کے زندہ رہیں۔ وہ ان مسائل پر عمل پیرا ہوں گے۔ ائمہ مساجد، علماء کرام کے ذمہ بھی لازمی ہے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل کاشتکاروں کو سمجھادیں اور غلط طریقوں پر غلط مصارف میں غلط بردار کرنے سے ان کو روکیں اور شرعی طریقہ پر صحیح مقداروں کو عشر پہنچانے کی ترغیب دیں۔ و ما علینا الا البلاغ۔

عشر کے احکام و مسائل

یہ مسائل فقہ حنفیہ کی مشہور و معتبر کتاب الدر المختار اور فتاویٰ شامی سے منتخب کر کے نقل کئے گئے ہیں۔ ہر مسئلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

(۱) عشر دسواں حصہ، نصف عشر دسواں حصہ عشری زمین جس کی تفصیل آئندہ آتی ہے) کی کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے اور نہ قرض وغیرہ اس کے لئے مانع ہو سکتا ہے۔ نہ راعت کے اخراجات

مثلاً کٹی وغیرہ کا خرچہ اس سے منہا نہ کیا جائے گا۔ (۳) اگر زمین عشری بٹائی پر ہو تو مالک اپنے حصہ کا عشر دے اور کاشتکار اپنے حصہ کا دے۔ (۴) نایا بننے والا زمین کی زمین میں بھی عشر واجب ہے (۵) وقت زمین میں بھی عشر واجب ہے۔ (۶) ہر پیداوار میں جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو عشر واجب ہوتا ہے۔ خواہ غلبہ ہو خواہ پھل پس کھیت اور باغ دونوں میں ہے۔ (۷) مقدار عشر میں تفصیل یہ ہے کہ جس زمین کی آبپاشی بارش سے ہوتی ہے اس میں کل پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔

اور جس کی آبپاشی کنوؤں سے یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے ہوتی ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ اگر اگر دونوں طرح ہوتی ہو تو غالب کا اعتبار ہے۔ اور اگر دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک چالیس میں سے تین دہائی واجب ہیں۔

(۸) غنیمت، حرام، لاسن وغیرہ گیاہ کی قسم کی چیزیں جو کاٹ لی جاتی ہیں اس میں بھی عشر واجب ہے۔ اور تھاری کے بعد جو بھوسہ نکلتا ہے اس میں عشر واجب نہیں۔ (۹) جب پھل قابل اطمینان ہو جائے اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کرے گا اس سب کا حساب رکھے اس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔

(۱۰) اگر پھل توڑنے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آنت غیر اختیاری مثلاً برف یا سیلاب یا آگ آندھی وغیرہ سے پھل یا غلہ تباہ ہو جائے تو عشر ساقط ہو جاتا ہے اور اگر چوری ہو جائے یا باغور کھا جائے اس سے

ساقط نہیں ہوتا۔

(۱۰) پکنے سے پہلے کھیت بیج ڈالا تو اس کا عشرہ قول صاحبین جس پر فتویٰ دیا جا رہا ہے یہ ہے کہ وہ اجارہ پر لینے والے کا تنکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور عشر کا تعلق تو پیداوار سے ہے۔

(۱۲) عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مسکین و فخر اور محتاج لوگ۔ باپ دادا، پردادا، بیٹے، بیٹی، پوتے پوتی یعنی اصول و فروع کو دینا اور عورت کا خاوند کو خاوند کا عورت کو ذبیحہ دست نہیں۔ اپنے رشتہ داروں پر وکیسوں کا حق مقدم ہے۔ اگر وہ محتاج ہوں جو مسکین نیک اور متقی ہوں اور طالبان علمین اس زمانہ میں زیادہ مستحق ہیں

(۱۳) عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس کو مفتوح کیا تھا اس وقت تک برابر مسلمان ہی کی ملک میں چلی آ رہی ہو خواہ بارگئے میراث خواہ برائے خرید۔ یعنی درمیان میں وہ غیر مسلم کی ملک میں نہ آئی ہو۔ اور جو ایسی نہ ہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔

(۱۴) خراج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مؤلف کہ اس کا مکان ایک مقررہ مقدار ہے مثلاً وہیں بیگہ یا کم و بیش۔ دوسرا خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہے مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ۔

(۱۵) خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔ لیکن خراج مؤلف تو زراعت کی قدرت اور زمین کی صلاحیت زراعت ہی کی بنا پر واجب ہوتا ہے اس لئے اگر مکان زراعت کا ہو جو زمین کو معطل اور خالی چھوڑ دے تب بھی خراج وہ لطف واجب ہوگا۔ البتہ جہاں زراعت کی قدرت نہ ہو تب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور خراج مقاسمہ عشر کی طرح اس وقت واجب ہوگا جب واقف میں کچھ پیدا ہو۔

(۱۶) اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خریدے وہ خراجی ہوگی۔

(۱۷) اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے وہ خراجی ہو جائے گی۔

(۱۸) خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں۔ اور علماء و مسین اور طلبہ کی خدمت بھی ان میں داخل ہے۔

(۱۹) عشر خراج دونوں ایک زمین میں واجب نہیں ہوتا (تنبیہ) آج کل بعض لوگوں نے عشر سے بچنے کے لئے

یہی روایت پیش کر کے یہ بہانہ بنایا ہے کہ سرکار انگریزی چونکہ ہم سے مالہ کی صورت میں خراج لیتی ہے۔ اس لئے

اب ہم عشر سے چھوٹ گئے کیونکہ ایک زمین میں عشر و خراج دونوں واجب نہیں ہوتے لیکن حکومت کے اس مالہ کو جبراً

ہم سے رضا و قلبی کے خلاف لیا جاتا ہے اسکو خراج کہنا کہاں درست ہے۔ فقہاء جس خراج کا ذکر فرماتے ہیں اس سے مراد

خاص طور پر وہ ہے جو کہ مسلمان حاکم کسی خراجی زمین سے وصول کرتا اور خراج کے معین مصارف میں خرچ کر رہا ہو۔ انگریزی مالہ کو فقہی خراج کہنا ہی غلط ہے۔ نقد رقم

سے سالانہ انکم ٹیکس کی ادائیگی سے جس طرح زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ اسی طرح مالہ کے جبری ٹیکس کی ادائیگی سے

عشری زمین کا عشر ساقط نہیں ہوتا۔

(۲۰) اگر خراجی زمین کا خراج بادشاہ وقت کی طرف سے معاف ہو دیا بادشاہ اسلام نہ ہونے کی وجہ سے بطور خراج

وصول کیا جاتا تھا تب بھی خراج مؤلف مالک کے ذمہ رہے گا۔ آگے اس میں تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا

خود مصرف ہے مثلاً مفتی ہے مدرس ہے واعظ ہے جو اس کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہے۔ اور اگر وہ خود مصرف

نہیں تو اس پر واجب ہے کہ مصرف میں اس کو نوچ سپینے مدرس اسلامیہ کا مد چند اس کے لئے بہت مناسب ہے

البتہ اگر انتفاع بالارض پر قدرت نہ ہو تو خراج ساقط ہے۔ اور اسی طرح خراج مقاسمہ میں بھی تفصیل ہے اس سے معلوم ہوا کہ خراج بھی حق شرعی ہے۔ مجرد حق سلطان

جب اپنی آمدنی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم اپنی آرزوؤں اور سوچے ہوئے نقوشوں کے مطابق عمل کے لئے قدم نہیں اٹھا سکتے۔ غرض جمع کرنے اور سال بھر کے لئے جہان بیوں پہلے صلی اللہ علیہ وسلم طالب علموں کے لئے کھانے کیلئے کا انتظام فصل کے موقع پر کرنا چاہئے۔ اس لئے میں تمام مسلمان بھائیوں سے درخواست کر رہا ہوں کہ آپ اپنے فرائض کو محسوس کر کے

دارالعلوم عزیزیہ کی امداد و اعانت کیلئے تھاپیں

فصل کا موقع ہے آپ اپنے عشر میں سے کچھ حصہ بہترین مصرف میں ادا کر کے ثواب کامل حاصل کریں۔ نیز رب کا جہنہ ہے۔ اکثر مسلمان صاحب نصاب حضرت زکوٰۃ اسی جہنہ میں ادا کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت قرآن و حدیث پڑھنے والے ان غریب یار طلبہ اور تلامذہ و مساکین کو فراموش نہ کریں۔ آپ کی جو رقم ایسے مرکزی ادارہ دل کے ذریعہ قوم کے بچوں کی تعلیم تربیت میں خرچ ہوگی اور اس سے آئندہ صبح بنیادوں پر قوم کی تعمیر ہوگی وہی رقم حقیقتہً ٹھکانے لگے گی۔ امید ہے کہ مسلمان میری اس اپیل پر لبیک کہیں گے۔

(افتخار احمد بگوی امیر حزب الانصار و مہتمم دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ (پنجاب)

رسالہ

شمس الاسلام

کی امداد و اعانت فرما کر عند اللہ ما جوہ
و عند الناس مشکور ہوں۔
"مینجر"

نہیں کہ اس کی معافی یا نہ وصول کرنے سے ساقط ہوتا ہے بلکہ اس سے اگر سلطان نہایت ہو تو یہ خود مصارف خرچ کیا کرے۔

(۲۱) خراج موقوف مالک کے ذمہ ہے۔ کاشمیر کے ذمہ نہیں۔ البتہ خراج مقاصد کا حکم مثل عشر کے ہے۔

(۲۲) عشر و خراج میں خواہ پیداوار کا کوئی حصہ دیا جائے خواہ اس حصہ کی قیمت دی جائے دونوں درست ہیں۔

عشر و خراج کے متعلق یہ چند اہم اور ضروری مسائل لکھے گئے ہیں۔ تمام مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ ہر اہم حکم شرعی کے بارے میں غفلت و بے توجہی سے کام نہ لیں۔ اور ناعادہ شرعی کے متعلق اپنی اپنی زمینوں اور پیداوار کی حیثیت کسی عالم دین سے متعین کر کے اس کے مطابق جمع مصرف میں عشر و خراج ادا کر لیا کریں۔

مسلمانوں سے ایک دردمندانہ اپیل

موجودہ نازک و پر آشوب دور میں مسلمان اگر حقیقتہً اپنے مذہب اور اپنی ثقافت اور اپنے تمدن و معاشرت کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اور آئندہ ہندوستانی میں اسلامی زندگی گزارنے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے عمر بسر کرنے کی حقیقی خواہش رکھتے ہیں۔ تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ آج تک مذہبی شعائر و آثار کو باقی رکھنے والے دینی مدارس و کتاب اور تبلیغی اداروں کو مزید ترقی پہنچا کر ان کے بقایا کو شان ہو کر اپنے بقا کا انتظام کریں۔ شمال مغربی پنجاب میں دارالعلوم عزیزیہ کے ذریعہ سے علوم دینی کی خدمت کافی عرصہ سے اہم رہی ہے۔ اور ہر سال بہت سے طلبہ علم دین اس چشمہ فیض سے سیراب ہو کر مختلف اطراف ملک میں مسلمانوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ ہماری قلبی تمنا ہے کہ علوم نبوت کا فیض رساں باغ نہ صرف یہ کہ آباد رہے بلکہ اس میں مزید ترقی ہو مگر موجودہ گرانہائی کے دور میں

معراج جسمانی؟

(از جناب مولانا عبدالاحد مٹا دیوبند)

حیف ہے اُن قلوب پر جو ہرگز میں ذریعہ سے تفت ہے اُن نفوس پر جو ہرے ہونے میں بھی سے افسوس ہے ان افراد پر جو مادیات کے دلدل میں پھنس کر حقائق و معارف سے دور ہو گئے۔ اور مادہ پرستی کی رو میں بہہ کر معراج جسمانی کے منکر ہو گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کو سن کر کہ آج شب میں واقعہ سر پیش آیا۔ سر اسید بن گئے اور مسخر و استہزاء کے علم اور تکذیب و تہذیب کی شمشیر لے کر سرکھٹ پھرنے لگے اور جا بجا منادی کرادی کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو

ہونا تو یہی چاہیے تھا۔ اور طبیعت سلیمہ کا تقاضا یہی رہا تھا کہ جس کی صداقت مسلم جس کی سچائی ضرب المثل جس کی دیا تباری لاشانی جو پیکر صدق صفا کیسا تھ موسوم جو کذب و افتراء سے پاک جس کے مذہب میں ایہوں سے درگزر غیروں کے لئے بھی دروغ بیانی رہا نہیں جو ہر وقت الصدقات یعنی والکذب یھلل کا دہیں دے۔ جس نے اپنی ذاتی وجاہت کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب حقیقی کے حکم کی بندگی کے لئے من حق و صحت کچھ قربان کر دیا جس نے مال و نامہ اور ظاہری عز و جلال کو ٹھکرا کر اللہ کی بندگی و رضا کے لئے ذات و نامہ ایک کر دیا۔ جو اس کی ہر بات قابل تسلیم ہوتی۔ مادہ ہر قول بسر و چشم قبول کیا جاتا اور خصوصاً اسراء کے واقعہ کو قدرت الہیہ اور عظمت محمدیہ کا مظاہرہ تصور کیا جاتا۔ مگر نہیں بغض و عناد نے معاملہ و گہر گون بنا دیا۔ اندہ پہلے سے نہ اندہ غلط شرع کر دی اور نوع بنوع کے طریق سے او دہم مچانا شروع کر دیا تو یہ تب تھا کہ انہوں کے بھی قدم لغزش کریں۔ آج

ہم آپ کے واقعہ معراج شریف کے بارے میں کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور مخالفین نے جو توہمات اپنی کم فہمی کی وجہ سے ظاہر کئے۔ ان کے ازالہ کرنے کی پوری طرح کوشش کر کے مسئلہ کی توضیح کریں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ روایت، ادبائیت کے اعتبار سے قرآن و حدیث کی روشنی میں معراج جسمانی کے صحیح واقعات جو بیت ام بانی سے لے کر مسجد اقصیٰ اور اس سے آگے تک تشریف لے جانے کے سلسلہ میں پیش آئے ہیں بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ حق تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے:-

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنزیہ من آیاتنا اذہ ہوا السميع البصیر
آیت شریف میں جس اسرا کا ذکر ہے۔ اس سے مراد معراج جسمانی ہے۔ آپ کو اس سے قبل بھی متعدد بار عروج روحانی و مکانی پیش آیا۔ اور وہ سب تمہید تھیں۔ اس معراج اعظم کی اور ان سب سے مقصود تھا کہ تدریجاً برائست کی قوت اور نسبت حاصل ہو جائے۔ اس معراج کے لئے جس کو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کیفیت و ماہیت کے بیان کرنے سے پیشتر اس کے زمانہ اور مکان کا علم ضروری ہے اس قدر امر میں تقریباً سب متفق ہیں کہ یہ اعزاز سوائے حضور علیہ السلام کے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اس کا ظہور قبل از ہجرت مکہ شریف میں جو اسے صرف یقین تاریخ و ماہ میں اختلاف ہے بعض نے ماہ ربیع الاول اور بعض نے رمضان المبارک کی تائیس اور بعض نے شوال بیان کیا ہے مگر صاحب معالم التذریل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بہر جب

قطع فرمائی تو کوئی عقل کے خلاف تصور سے بالاتر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حرکت فلک کے نصف قطر کے برابر ہے اور فلک باوجود جسم عظیم ہونے کے مدد انہ اس سے سات گنا زائد حرکت کرتا ہے۔ اور کسی کے نزدیک بھی خلاف عقل نہیں اور کوئی بھی خلاف عقل ہونے کا مدعی نہیں۔ جبکہ یہ جسم جو ذات محمدی سے کثیف ہے اس قدر حرکت سرعہ کر سکتا ہے۔

تو وہ جسم جو بہت ہی لطیف ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد شریف۔ اور اس حرکت کو جو اس کی نسبت سے سات حصہ کم ہے قطع کرے تو کیا اسنہ لہ؟ اور بعض کو تاہین اس تخیل میں گرفتار ہو گئے کہ یہ حد کثیر ہے۔ اور حد کثیر کا وجود جائز نہیں حالانکہ تمام حکماء کی تصریح ہے کہ سرعت سیر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے نیز ہم دیکھتے ہیں کہ آنکھ کی شعاع جو جسم ہے آنکھ سے خارج ہو کر آن و آمد میں کو ایک ثانیہ تک پہنچتی ہے۔ اسہم اور قوت کہرانیہ کے کہشموں سے جب موثر فی کفہ تین سو میل اور اس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچتی ہے اور باز کر سکتا ہے۔ اور کوئی بھی مستعد ہونے کا قائل نہیں تو آگائے نامدار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قدرت کاملہ کے کہشموں کے سجدہ الشریف ایسی مسافت کو مدت قلیلہ میں طے فرمائیں تو کون حرج اور کیا استبعاد لازم آتا ہے۔

ان مشاہدات کے بعد تعجب کرنا بواجب ہی ہے۔ بعض اس دام نزدیک میں مبتلا ہو گئے کہ آپ کا آسمان کی طرف تشریف لے جانا خرق و التہام (بصق و شگاف) کا موجب ہے۔ اول تو اس وجہ کو رد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خافطی جی جبریل حتی الی السماء اذ نیا فاستفتح الخ کا ارشاد صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ آسمانوں میں ابواب ہیں۔ اور آپ کا مروارہ ان ابواب

یوم دو ٹینہ ہے اور اکثر حضرات نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔ اور اہل مدینہ کے تعامل سے بھی یہی قول من جمہوم ہوتا ہے۔ اصطلاح علماء میں اس سفر کو جو بیت ام بانی سے عظیم تک اور عظیم سے بیت المقدس تک پیش آیا۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسرا کہتے ہیں۔ اور اس سفر کا منکر مستحق تکفیر ہے کیونکہ اس کا ثبوت نص قرآنی سے ہوا۔ اور بیت المقدس سے مدۃ المتی سے اوپر تک کی بیاحت کو معراج کہتے ہیں۔ ہر چند کہ سورہ نجم میں قریب قریب تصریح ہے لیکن عندیہ میں احتمال ہے کہ وہ راہ کے مفعول کا حال ہو اس لئے آپ کے مدۃ المتی تک پہنچنے میں نص نہیں ہے۔ مگر احادیث مشہورہ سے بلاشبہ مدۃ و دشن کی طرح ثبوت ہے۔ اور تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہے۔ اور مدۃ سے آگے بھی تشریف لے جانا بعض روایات سے ثابت ہے جیسا کہ تفسیر مجد دی معروف بہ کرخی اور دوسرے حضرات نے نقل فرمایا ہے۔

برداشت از طبیعت قدم کہ آن
اسری بعبودہ است عن اسجد الحرام
تا عرصہ وجود کہ قصائے عالم است
کا بخانہ جاست و نے جہت و نے نشان ز نام
سر بست لب شگرت در آنجا بیخ ہاں
انہ آشنائے عالم جاں پر میں اذیں مقام

اس پر بعض زائفین نے چند سطحی توہمات وارد کر کے معراج جسمانی پر پردہ ڈالنے کی لا حاصل سعی کی مثلاً یہ کہ اس قدر سیر سرور کیوں کر ممکن ہے۔ یہ ناقابل التفات اس وجہ سے ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کو اکب باوجود عظیم ہونے کے نہایت سریع میں جیسے سورج۔ اور اگر نظر انہاف سے کام لے کر اس حرکت کی جائزگی کی جاتی جس کو حضور علیہ السلام نے اس سیر میں

کے ذریعے ہوا جب ابواب میں تو یہ خرق والقیام کیا۔ نیز ابواب کا ہونا نامکن بھی نہیں کیونکہ جب بنی اسرائیل کے لئے بارہ دروازے ہو سکتے ہیں تو نبوت کے لئے وہ دروازے ہونے میں کیا مشکل، نیز اگر بغرض ابواب سے مطلع بھی نہ کیا جاتا تو بھی کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ جب شعاعیں لطافت کی وجہ سے زمین سے گزر سکتی ہیں تو نبوت کا جسم مبارک جو لطافت سے پر ہے اس کے گزر ہونے میں کوف بعد لازم آئے گا۔ اور ان تمام امور کے باوجود حکماء اسلام کے نزدیک انحراف افلاک کے جواز کی تصریح علم کلام سے ثابت ہے۔ یہاں یہ خدشہ ظاہر کرنا کہ نہ ہریر سے کیسے گزرے ہو گا یا بالکل درست نہیں کیونکہ جب سخت برودت کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں دگا دیئے جاتے ہیں جو اڑتے دلوں کی زہریر سے حفاظت کریں جب مخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں میں بہ طرق حفاظت واقع میں تو پھر حائق کی بلا واسطہ بنائی ہوئی اشیاء میں ان کا وقوع کس محال کو مستلزم ہے۔ اور عقل اسی کو چاہتی ہے کہ ایسا انتظام یقیناً فرما دیا ہو گا۔ کہ جس سے جب مبارک محفوظ و مصیون رہے کہ مندرجہ مقصود تک پہنچ سکے تاکہ جہان کو کسی قسم کا تعب لاحق نہ ہو۔

اور جو لوگ اہل یورپ کی تقلید میں یہ کہنے لگے کہ آسمان میں کوئی شے موجود نہیں ہے۔ پس صعود الی اسماء کہاں۔ ان کا یہ قول کسی طرح زیبا نہیں۔ کیونکہ اول تو عدم پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اور یوں تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ نیلگوں چیز جو ہم کو نظر آتی ہے۔ یہ فی الحقیقت آسمان نہیں تو ہم کہیں گے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگوں رنگ کے اوپر بھی آسمانوں کا وجود نہیں۔ نیز اگر یہ اعتبار ہی ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جو اعتباری ہوا کرتا ہے وہ منعکس نہیں ہوتا۔ اور

اس کا عکس ہوتا ہے غرضیکہ تو ہماں حرکت اور حد کثیر و خرق والقیام کے بالکل سطحی ہیں جب کہ مذکورہ جوابات سے واضح ہو گئے ہیں ان سطحیات کے خوف سے معراج جسمانی کا انکار عقل و دانش کے قطعاً منافی ہے نیز اگر حالت بیداری میں جسد الشریف وقوع پذیر نہ ہوتا تو کفار بیت المقدس اور قواخل کے سوالات کیوں کرتے اور آپ کو بیان کرنے کی کیوں فکر لاحق ہوتی۔ بلکہ آپ مختصر فرمادیتے کہ میں حالت بیداری میں معراج کا کب مدعی ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد نہ فرمانا اور بیت المقدس کی حالت اور قواخل کا بیان فرمانا جیسا کہ احادیث شریف میں رد ہے کہ ہر سوال کا جواب مفصل بیان فرمایا۔ اسی کی دلیل ہے نیز حضرت ابو بکر رضی کا صبح کو اگر دریافت کرنا کہ یا رسول اللہ آپ کہاں تھے میں نے آپ کی جگہ آپ کو تلاش کیا مگر آپ تو نہیں پایا۔ اور آپ کا یہ ارشاد فرمانا کہ میں بیت المقدس میں پہنچا تھا کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کہ معراج جسمانی نصیب ہوئی۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد بعید یہی بتلا رہا ہے۔ کہ جسدہ الشریف ہوئی ہے کیونکہ جاء فی عبدہ بولا جاتا ہے۔ اور اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ وہ حالت بیداری میں دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ آیا۔ نیز کفار کا شد و مد کے ساتھ کھارہی بتلا رہا ہے کہ معراج جسد شریف کے ساتھ تھا۔

اب یہ سوال کرنا کہ فائدہ اسرار کیا ہے۔ اور وہاں سے کیا عطا ہوا۔ اس کا جواب ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ فائدہ مسلم ہے کہ جو چیز مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے وہ بہت قوی و مستحکم ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم علوی اور عرش و کرسی و مائید و ما علیہا مشاہدہ کر کے قلب منور کو قوت و طمانیت سے لبریز کر دیا۔ اور دینی امور سے بالکل غافل بنا کر مکر تو حید میں مستغرق فرما دیا۔ اور یہ عطا فرمایا کہ تم میرے بندہ

در سوال کرنا کہ سورہ بقرہ کی ہے اور معراج کا ظہور
بالاتفاق مکی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آخری آیتیں مستثنیٰ
ہیں۔ اور سورہ بقرہ کو باعتبار اکثر کے مدنی کہا گیا ہے یہ صحیح
واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرتے
ہوئے آپ سے قبول کرنے کے امیدوار ہیں اور اس قدر
عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو وقت
نے مسامتہ کی تو پھر مزید وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی
ڈالیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

در سوال ہو۔ اور آخرت کے اعتبار سے تم سب نبیوں سے
اول اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہو۔ یہ بعد ثانی
یعنی الحمد شریف تم کو دی اور تم سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں
ہوئی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں آمن الرسول سے
الحمد آخرہ مرحمت فرمائیے اور نماز جس کو الصلوٰۃ معراج
المومنین فرمایا ہے۔ اگرچہ آج ہم نے اس کو بالکل ہی ترک
کر دیا ہے۔ بخشش کی گئی عطاۃ الحمد شریف سے
مضمون عرضی و آداب درخواست اور آمن الرسول سے
عرض اور نماز سے طریقہ مناجات و عرض کی طرف اشارہ
ہے۔

”متنبی“

عربی کا مشہور شاعر اور مدعی نبوت

(جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب منصفی مظاہری)

(گن گشتہ سے پیوستہ)

مالا مال ہوتا ہے۔ شمسہ میں طلب پہنچا اور وہاں کے حکمران
امیر سیف الدولہ علی بن صدان عدوی کی مداحی اور شایعہ
نقشبندی اختیار کی سیف الدولہ بڑی عزت و قدر سے پیش
آیا۔ جاگیر فلعوتوں اور متفرق ہدایا کے علاوہ تین ہزار
دینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ ابوطیب طلب میں تقریباً نو
سال رہا اور سخت رسائے خوب یادری کی شادمانی و کامرانی
کی فضا برابر محیط رہی۔ مگر اس کے بعد حالات ایسے بگڑے کہ
ابوطیب نے طلب کو الوداع کہنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا
ننگاروں اور بانگلوں میں رعب ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ کہ
جہاں چند افراد کا اجتماع ہو اور حسد و رقابت کا شیطان
بیچ میں آکودتا ہے۔ اور ایسی آگ بھڑکاتا ہے کہ تمام

امراء کی قصیدہ خوانی متنبی نے اگرچہ نبوت کی کان
کچھ کھانے کا نئے اور عیش و
عشرت میں زندگی بسر کرنے کے لئے کھولی تھی مگر حالات نے
مسامتہ نہیں کی۔ اور یہ دکان گلے کا مار بن کر رہ گئی۔
اور متوقع عیش و طرب کی جگہ قید خانہ کا فحش و بھوت
چشم نمائی کرنے لگا۔ اس لئے متنبی نے قید و بند کی مصیبتوں
سے نجات پا کر باوجود کتبت و افلاس کے ہر کار و بار کو
بالکل سنبھال لیا۔ دیا چونکہ خود اعلیٰ درجہ کا شاعر اور
پے شل ادیب تھا۔ اس لئے امراء کی شان میں قصیدہ
خوانی کر کے گذر و اوقات کی ٹھان لی۔ چنانچہ فحش و اداۃ
شام کی شام و نقبت کے رنگ لاپنا اور افہام و اکرام سے

نذر نہ وال ہو جاتے ہیں۔

یہاں بھی ابن خالویہ نجومی اور ابو طیب میں رقابت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ مسیحی والد کے دولت کدہ پر مدت کے وقت علماء و دیگر اہل کمال کی مجلس منعقد ہوتی تھی۔ ایک روز ابو طیب اور ابن خالویہ میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ ابن خالویہ نے کبھی اس کے سر پر سے ماری اور اس کا سر پھٹ گیا منہ پر بھی کچھ زخم لگا۔ اور ابو طیب سرخرو ہو گیا (یعنی لہو بہاں)۔

مثنوی اس واقعہ سے کہیہ: خا طبر ہو گیا، حلب کو الوداع کہہ کر شہر مصر چلا آیا کیونکہ کافور اخیدی والی مصر نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں کسی جگہ کا عامل گورنر بنا دوں گا یہاں اس کا کام کافور اور انور جو بن اخیدی کی طرح سرائی اور قصیدہ خوانی تھا۔ مگر کافور اس کی تعلیموں برگشتہ ہو گیا اور یہ کہہ کر ابو طیب کی آمد نہ وئے گورنری کا نوں کرنا لاکہ جس شخص نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اس سے کچھ بعید نہیں کردہ کل کافور کی ملک میں شریک سیم ہو گا بھی مدعی بن بیٹھے جب کافور کے ان سے بھی ناامیدی ہو گئی تو شہر کے اواخر میں مصر سے فارس کا رخ کیا اور کافور کی ہجو کر کے اپنے دل ندامت کو تسلی دی۔ بالآخر پہنچ کر عضد اللہ بن بوریہ دہلی کی عظمت و جلالت کا فتنہ چھیڑ دیا۔ اور افغانات سے سرفراز ہوتا رہا۔

انجام لوگوں کی توہین و تفضیح شعرا کے بائین ہاتھ کا کرب ہے کسی سے نہ اکدورت ہوئی۔ اور انہوں نے اس کو آسمان عزت سے اتار کر تھوڑے لت میں کرنے کی ناست کہ سب سے پہلے میں انہماک دکھایا ابو طیب نے بھی ایک شخص ضبہ بن یزید یعنی نامی کی ایک قصیدہ میں ہجو کی تھی۔ اور دشنام طرازی اور گندہ دہنی کا نہایت کردہ مظاہرہ کیا تھا قصیدہ کیا تھا ہجو و دشنام کا ایک طومار

تھا اور گندگی کی پوٹ! ضبہ اور اس کے آقرا کے دلوں میں اس قصیدہ نے ناسور ڈال دیئے! وہ قتل آٹھے ضبہ کے ماموں کو جس کی ہشیرہ کے خلاف یہ تمام دشنام طرازی کی گئی تھی جب معلوم ہوا تو اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور اس نے عہد کی کہ مثنوی سے ضرور اس توہین و دل آزاری کا انتقام لے گا۔

ابونصر محمد علی کا بیان ہے کہ ضبہ کے ماموں کا نام ابو جہل فائک اسری تھا۔ اور وہ مراد دست تھا۔ ایک دن میرے پاس آیا اور ابو طیب کا پتہ دریافت کیا میں نے کہا تم اس کے متعلق بہت پوچھ گچھ کر رہے ہو آخر تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کہنے لگا نہیں پوچھتا ہوں۔ مراد ارادہ بد نہیں ہے میں نے کہا تمہارے تیور خون آشام کی چٹنی کھا رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو سو یہ نوں دینا اقدام تمہارا ہی شان کے شایان شان نہیں نہ تا تک بولا واللہ اب تو میں مصمم ارادہ کر چکا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو گا اس کا نقش منقوش ہستی سے مٹا کر رہوں گا میں نے پھر سمجھا یا کہ اس خیال سے درگزر و بارادہ اپنی ہمت کو توہین کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو۔ وہ مستقم حقیقی خود انصاف کرنے والا ہے۔ کسی شاعر کی بار بد کسی شاعر کی جان لینا کسی طرح روا نہیں۔ زنا و جہالت میں بادشہ ہوں کی اور زمانہ اسلام میں خلفاء راشدین کی ہمیشہ ہجو کی تاقی نہ ہی ہے۔ مگر یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ کوئی شاعر محض ہجو کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو کہنے لگا اچھا جو خدا کو منظور ہے ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد تا تک ہمیشہ اس کی مراجعت کا متنازعہ رہا آخر جب معلوم ہوا کہ ابو طیب کو فہ سے واپس آ رہا ہے۔ تو تا تک اپنے بعض اقربا کی رفاقت میں رمضان ۵۵۷ھ میں اس کی جان ستانی کے ارادہ سے گھر سے نکل کھڑا ہوا مثنوی کے پاس بھی بہت جمعیت تھی۔ حالت میں ٹڈ بھڑو گئی

اور اب آپ بھاگ رہے ہیں۔ مگر اطمینان کس لئے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کروں گا۔ متنبی نے یہ سن کر فرار کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مقابلہ پر آگیا۔ مگر پہلے ہی حیات بربر نے بوجھ کا تھلا ضرب کاری کھا کر قید حیات سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد نائک کی ہتھم جوئی کی بھینٹ ابو الطیب کا بیٹا اور غلام بھی چڑھ گئے۔ اور نائک نے متنبی کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔

اور نتیجہ نائک کے حق میں نکلا۔ اسی کی جماعت غالب رہی۔ ابو طیب نے اپنی جماعت کو منہزم و مغلوب ہوئے دیکھ کر چاہا کہ بھاگ کر نکل جاؤں۔ اور اپنی جان بچا کر لے جاؤں۔ مگر اس کا یہ ارادہ اس کے ایک غلام نے بھانپ کر کہا دیکھئے یہ آپ کا شعر بہت مشہور ہے۔

فان الحیل واللیل والبیضاء تعمر فنی
والحرب والضرب والقرطاس والقلم

اسلام اور مسلمانوں کی لیڈری اسکو ذرا ہوش و حواس سنبھال کر پڑھئے

قبای حداثہ بعد لکھ یومنون
(خاص ملائین جس کے قلم اور دوات خود سے)

اور عقیدوں میں رکھ کر سیاست میں کافرانہ طور پر چلے اختیار کر کے۔ فرض یہ کہ ہم نے ہمیشہ اپنے مولویوں اور رہنماؤں کو یہ کہتے بلکہ پلیٹ فارموں پر چیتے اور چلائے سنا بھی اور دیکھا بھی کہ قرآن پڑھو۔ حدیث پڑھو، اسوہ رسول اللہ کا اتباع کرو۔ شریعت بڑی اچھی اور متبرک چیز ہے اور ایک الٹی زندگی لگا کر عہد نبوت میں پہنچ جاؤ۔ تب کہیں جا کر لندن میں یا ویردھام میں پہنچ جاؤ گے۔ یعنی ویرا (۱۸۵۷ء) کھودینے لندن ویردھا کو جاؤ۔ بھی خدا گواہ ہے کہ یہ مکہ اور مدینہ کی طرف رخ کرنے پر تو ہمارا ایمان ہے۔ اور اس ایمان کی وجہ سے ہیں اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی محبت میں قلمی اور زبانی جنگ کرنی پڑ رہی ہے۔ مگر لیڈر اندر ویردھا والی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر یہ کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی میاں ہم ٹہرے ملا آدمی بات بات پر قرآن و حدیث کا نام

جب سے ہم کسی قدر صاحب فہم شعور انسان عرف ملائین جسکے بنے ہیں، اس وقت سے ہم ہمیشہ دھتور اور قسطل اور زور شور کے ساتھ اپنے بڑے بڑے مولوی صاحبان اور لیڈروں کی زبان اور قلم سے یہ سنتے اور پڑھتے چلے آ رہے ہیں کہ اسلام خدا کا پسندیدہ، آخری اور مکمل دین ہے۔ اس میں دینی دینی اور دنیوی دنیوی ہے۔ پرانی دنیوی ہر قسم کی ہدایت دہنائی موجود ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو اور مرحلہ ایسا نہیں جہاں اسلام مسلمانوں سے یہ کہہ سکے کہ اب تم میرا پیچھا چھوڑ کر لیڈروں اور مولویوں کے پیچھے ہو۔ ایمان تو رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق حسیہ پر اور جب سوال ہو تو حق ترقی و تنظیم کا تو ہدایت دہنائی اختیار کر لو۔ کفار و مشرکین کو اور سرچرٹاؤ کا خزانہ و لحدانہ خیالات و افکار کو۔ نیز اگر آزاد ہو تو اسلامی اصولوں کو مد رسوں، خانقاہوں، مسجدوں، آقاؤں انہوں

ڈکٹیٹروں، اٹھاکوں امیروں اور لیڈروں سب کو
بیس کر رکھ دیا ہے۔

خداوند! یہ ترے سادہ دل بندے کہاں جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری
آج کل کی اجراءوں، جلسوں، جلوسوں، جیلوں اور کونسلوں
والی سیاست اور لیڈری سوائے مکاروں کی عیاری
کے اور ہے کیا چیز ہے کوئی اللہ کا بندہ اور مافی کالال
جو ہمارے اس فتویٰ کو عقل و نقل کی روشنی میں غلط ثابت
کر کے بتلائے ہم ملا صاحب اس کی قابلیت کا لوہا نہیں گے
اور اگر اسلام کے مدعی موجودہ سیاست کی عیاری کو مانتے
ہوئے اُسی سے دوستی کھاتیں گے۔ اور اس کے سہارے
آزادی یا پاکستان حاصل کریں گے تو ان کی عقل پر ہالیہ
کے پتھر پڑیں گے۔

پھر نہ کہنا میں خبر نہ ہوئی

کیا کہتے ہیں ہم طاہرین چکر کے کہ یونہی تک سے تک ملا کر
بات کا ہنگامہ بنا دیتے ہیں، مگر تعجب ہے کہ ہمارے امیر
حزب الانصار جناب مولانا افتخار احمد صاحب دامت
برکاتہم فرماتے ہیں کہ لوگوں نے یعنی شمس الاسلام کے
ناظرین نے آپ کی لایچی مگر باطن بامعنی باتوں کو بڑا
پسند کیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو ہم اس حقیقت پر کیسے
ایمان لائیں کہ قارئین شمس الاسلام اسلامی فہم و شعور
کے مالک بنتے جا رہے ہیں۔ مینوا تو مجرور۔

دیکھئے اور سنھلئے، ہم پھر اپنی بات پر آتے ہیں
اقبال صاحب نے اللہ میاں سے پوچھا تھا کہ یہ تیرے
سادہ دل بندے جنہیں دین کا علم ہے دنیا کی خبر
ہاں دہائیوں کو خوب پہچانتے ہیں جو نہ ناز پر پڑھتے
ہیں نہ درجے سے رکھتے ہیں۔ اور امر کی پابندی کو موت
اور نواہی کے ارتکاب کو زندگی، زندہ دلی اور ترقی سمجھتے
ہیں۔ جو ہر بے دین، انگراہ، مکار، اور غول بیابانی

لے کر ترقی خواہ مسلمانوں کو ہد کانے والے ہماری سمجھ میں لندن
اور ور دھاک کی بات کیا خاک آسکتی۔ ہم اُس کا قرآن سیاست کو
کیا جائیں جس کا منبع انسان کی حکمرانی و قانون سازی، مرکز
لنڈن و ور دھاک اور دھانہ پلیٹ فارم و اخبار ہیں۔ اور جس
کی بنیاد "مردہ باد" پر ہے۔ یا حصول اقتدار و تنائے وزارت
پر ہے جس بنیاد پر "اس زمانہ میں سیاست حاضرہ کی بارگاہ
میں جابلانڈیڈروں کے نزدیک لاابالیاہ نہ پرست اور
شکم نواز عوام کے نزدیک احترام اور علمائے حق کے نزدیک
عارفانہ باتیں۔ جن کی تک سے تک ملانے اور صحیح مطلب نکالنے
کے لئے بڑے دل اور دماغ، اگر دے دے پتھر ہے اور عزم
و اہمیت کی ضرورت درکار ہے یہ چیز مستعد نہیں ملا کرتی۔
دیکھی آپ نے ہماری خطا الحواسی۔ چلے مجھے اسلام اور
مسلمانوں کی لیڈری سے اور جاضر لیڈن اور ور دھاک
کی اس کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنگھ" اللہ کے بندو
اور میرے قدر دانوں میں نہیں کیسے سمجھاؤں کہ اسلام
میں انسانوں کی آزادی لیڈری کی قطعاً گنجائش نہیں، اسلام
ہرگز ہرگز مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ
غیر اسلامی حکومتوں اور نظاموں کے ماتحت رہ کر جیاد اسلام
کے خواب شیریں کے کوششوں میں مزے لوٹیں عوام بدبو
بنے رہیں۔ اور ہر صاحبان کی پانچوں گلی میں ہوں۔ اور
وہ بچائے صرف "مردہ باد" بن کر رہ جائیں۔ کیا خوب کہتا تھا
ہمارے علامہ اقبالؒ نے جس کو ہمارے عابد و زاہد بے عمل
اور صرف شاعر سمجھتے اور کہتے ہیں حقیقت حال خدا ہی
بہتر جانتے۔ ہم ان اسلام نا آشنا عابدوں اور زاہدوں
کے ہم نوا ہیں اور نہ اپٹوڈیٹ فیڈلینوں کی طرح اقبال
کے پیجاری یہ تو ہوا احمد معترضہ اور اگر آپ چاہیں تو اس
کو ایک بحث بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر تجھ کو پرانی پڑی کیا پڑی
نہیڑ تو "فلہذا شعر سنئے شیر کیا ہے" واقعی ہے جس کے
پیروں نے ناسیہ جابل مشائخ اور بے دین بادشاہوں

اقبال کے سوال کا جواب بھی موجود ہے؟ اجماعی حضرت کیوں نہیں۔ قرآن میں کیا کچھ موجود نہیں مگر اس کا کیا علاج میڈروں کو اس میں کچھ نظر نہیں آتا سو اُسے نماز و روزہ کے ان کے نزدیک قرآن میں سیاسی ائمہ فی امور کا ذکر ہی نہیں اور یہ محتاج ہیں روس لندن اور ورڈھا کے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے آپ کے سیاسی رہنما خواہ وہ میڈران انڈیا ہوں۔ یا میڈران لندن ان کے ہاتھ پتوں کی جیب میں ہوں یا شیروانی کی۔ دونوں کے دونوں قسم کے قائد لوگ سیاسیات و اقتصادیات میں افکار و اعمال کی بھیک گزروں سے مانگتے ہیں۔ اور پھر قرآن کی آیتیں اور حدیثیں پڑھ پڑھ کر جاتے ہیں مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں۔ چلیں کفر کی راہ اور سمجھیں یہ کہ چل رہے ہیں اسلام کے راستہ پر یہ عجیب جاہلانہ، کافرانہ و مسلمانہ لیڈری ہے جس کا نہ کوئی سر ہے اور نہ پیسر

ہو شیار ہو جاتے۔ اب ہم ادھر ادھر گھوم پھر کر اپنی بات پہ آتے ہیں یعنی قرآن پاک میں علامہ اقبال کے سوال کا جواب ہے۔ اللہ میاں سے یہ سوال تھا کہ یہ تیرے چالیس کروڑ سادہ دل بندے کہہ جائیں قرآن کہتا ہے جائیں کہاں بندھے جہنم میں جائیں تو بہ تو بہ مسلمان اور جہنم میں جائیں یہ ہم نے بہت بڑا کفر تک دیا مسلمان ہرگز ہرگز جہنم میں نہیں جاسکتے ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے۔ اور اس حقیقت پر بھی ہم عقائد رکھتے ہیں کہ اگر مسلمان جہنم میں جانے کے کام کریں گے تو ضرور ضرور جہنم میں جاکر ہی دم لیں گے خواہ وہ وہاں جانا چاہیں یا نہ چاہیں جائیں گے۔ ضرور کیونکہ وہ ہمارے سب سے بڑے صوفی حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں

گندم از گندم بر وید جو نہ جو

از مسکافات عمل غافل مشو

آپ پوچھیں گے کہ ملا صاحب نے اوپر والی دو متضاد باتیں

کے پیچھے لگ جاتے ہیں ہر کندہ نا تراش کو پہلو دینا بیٹھے ہیں اور پھر چاہے خدا، رسول، قرآن اور شریعت چھوٹ جائے مگر سیر کو نہیں چھوڑتے ہر داڑھی رکھنے والے اور وعظ کرنے والے کو مولوی اور اگر وعظ بہت ہی مزیدار ہو یعنی قصے کہانیوں، لطیفوں، اشعار اور وڈی سیر والا کو عالم سمجھ لیتے ہیں اور ہر انگریز نمائے دین مسلمان کے سر پر سیاسی قیادت و رہنمائی کا ٹوکرا دہر دیتے ہیں پھر وہ لیڈر صاحب قوم کے درد میں گھل گھل کر باقی بن جاتے ہیں کہ اگر کسی دہان پان اور نازک بدن خوش بیان و اعظ پر سگر پڑے تو وہ مولوی سے سرمہ بن کر رہ جاتے۔ عرض یہ کہ ہمارے سادہ دل مسلمان جس کو جو کچھ چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں۔ اور عقل و فہم بصیرت و قابلیت اہلیت و صلاحیت اور فکر و نظر سب کی دم میں نمنا ہاتھ دیتے ہیں۔

تھرڈ کلاس انسانوں کو اپنا سیر مولوی، میٹروالیڈر قائد اور ہر بنا لینے والے مسلمانوں کی بابت اقبال صلی اللہ میاں سے پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں جائیں ہیں اقبال صاحب پر بڑی ہنسی آتی ہے۔ کہ وہ اچھا بھلا اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ میاں کے یہ سادہ دل بندے لندن میڈروں اور ورڈھا میڈرینکس لگائے ہوئے کونسلوں کو جا رہے ہیں پھر بھلا اللہ میاں سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارا تو ایمان ہے۔

عیاں راجہ بیان رائیٹا لبحر

ہمیں معلوم نہیں کہ اقبال صاحب کو اللہ میاں کی طرف سے کچھ جواب ملا یا نہیں ہم اپنے اس شک کو بالائے طاق نہ کہہ کر "رجا با لغیب" یعنی یونہی اٹکل پوچھ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کا جواب قرآن میں موجود تھا مگر ان کی فکر و نظر وہاں تک نہیں پہنچی اور کسی طرف کو نکل گئی۔ اب آپ بہت حیران و متعجب ہوں گے کہ میں

اور بڑوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت اور اسلام کے راستے سے ہٹا کر دینی جہنم میں جاؤ *go to hell* کہہ دیا وہ پھر اسے خوشی خوشی جہنم میں چلے گئے۔ وہاں جا کر آٹے وال کا بھاؤ معلوم ہو گیا۔ اب اگر یہی بات آپ کے مسلمان سردار اور بڑے کر دیں تو آپ کیوں جہنم میں نہیں جاسکتے۔ ذرا دلیل لائیے اور ہم سمجھائیے اور اس معرکہ کو حل کر دیں کہ اگر کافر سردار جہنم کا ٹکٹ دیدیں تو ان کا ٹکٹ تو چل جائے مگر جب یہی ٹکٹ مسلمان سردار دیدیں تو ردی ہو کر رہ جائے۔ آخر کیوں۔ یا پھر آپ کو ثابت کرنا چاہیے کہ آج جو قائدین کرام مسلمانوں کو اشتراکیت و طغیت، قومیت، قادیانیت، چکرا لویت، شیعیت، خاکساریت، مانگیزیت، ہندویت اور اور جیکڑ لویت وغیرہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ ان سب پر یا ان میں سے کسی ایک پر اللہ و رسول کی اطاعت اور اسلام کی راہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ کوئی تیسرا رخاں کدھر سے نکلتا ہے اور قلم کا لٹھ لے کر ہمارے مقابل ہوتا ہے۔

حضرت جی ایک چیز ہے کفر اور دوسری چیز ہے کفر کے اوصاف و خصائص اور اس کے لوازم۔ جس طرح ایک چیز ہے ایمان اور دوسری چیز ہے ایمان کے مقتضیات و لوازم۔ زندگی کے معاملات و مسائل میں اطاعت الہی اور اسلام کی راہ کو چھوڑ کر ائمہ کفر و ضلالت کے خود اختہ قوانین کی پیروی کرنا کفر کا مقتضی ہے۔ ایمان کا مقتضی انہیں پس اگر آپ مسلمان ہو کر کافرانہ اوصاف و خصائص حاصل کریں تو یوں نہ اس آیت کی زد میں آجائیں

خیر جگہ اور گڑا ہم نہیں جانتے ہیں تو کوئی سیدھی طرح سے یہ بتلائے کہ کونسل اور وزارت کی راہ کس کی راہ ہے ہمارے سامنے قوم کی راہ، وطن کی راہ، آزادی کی راہ، پاکستان کی راہ، خانقاہ کی راہ، مسجد کی راہ، کونسل کی راہ

کیسے کہیں سو اس میں جو چھنے کی کوئی بات نہیں اس لئے ہم ہیں، ی ملائیں چکر لہذا "فلٹاپ" یعنی ڈونٹ سپیک آپ کو ہم سے پوچھنا چاہیے کہ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مسلمان جہنم میں جائیں سو ہم یہ بتلا کر دم لیں گے ذرا اپنے سامنے بائیسواں پارہ ومن یقتل اور سورہ حزب کا ساتواں رکوع نکال کر دکھائیے۔ آپ کو غیر کسی مینک کے صاف نظر جائے گا۔

یَوْمَ تَقُوتُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيِّنَا آتَخُنَا اللَّهَ وَآتَخُنَا الرَّسُولَ وَآتَاوُنَا آتَا لَعْنًا سَادَتْنَا وَكُتِبَ عَلَيْنَا أَنْ نَصِلُوا نَا السَّبِيلَ وَبَنَّا أَهْلَهُمْ ضَعُفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَهْدُ لَعْنًا كَبِيرًا
جس دن آند ہے ڈالے جائیں گے منہ ان کے آگ میں کہیں گے کیا اچھا ہوتا اگر ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوئی۔ اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں اور بڑوں کی یعنی غلط اندیش غلط کار نا اہل، خود غرض اور مگرانہ نام نہاد پیروں، مولویوں اور لیڈروں کی انہوں نے ہمیں اسلام کی راہ سے بھٹکا دیا۔ پس اے ہمارے پروردگار ان کو دو گنا عذاب دے تاکہ یہ اپنی لیڈر کی کامزہ چکیں اور ان پر بڑی لعنت کرے یہ آیت مقدسہ ہم نے امت کر کے آپ کو سنا تو دی اور اپنا مطلب بھی سدھ کر لیا۔ مگر ڈر کے مارے ہماری طغیت کے پیر اکھڑے جا رہے ہیں۔ آپ جھٹ سے کہہ دیں گے واہ میاں ملا صاحب آپ نے ہماری آنکھوں میں قادیان کی خاک جھونک دی یعنی کافروں والی آیت ہم پر چسپان کر دی کیوں صاحب آگئی نہ ہماری کبختی اب نہ بھاگنے کو دیوبند کی راہ ملتی ہے نہ بیلی کی مگر جناب ہم کی کوئی کچی گولی کھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی بات کو ہم نے چاروں شانے چت نہ کر لیا تو ہمیں بھی ملائیں چکر کون کہے گا۔
بات صرف اتنی ہی ہے کہ کافروں کو ان کے سرداروں

سچے مومنوں کو اور سچے کافروں کو ہرگز جہنم سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ خواہ مولوی اور داعظ لوگ کتنا ہی ڈرائیں۔ اور خوب خوب وہاں جانے کی تیاری کرنی چاہیے۔ اب ہم بے فکر ہیں۔ آپ ہماری باتیں سن کر غصہ میں نہیں آئیں گے بلکہ پورے اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ ان جواہر پادروں اور ختم ریزوں کو پڑھیں گے سنیں گے سنائیں گے لیجئے خدا حافظ۔ والسلام۔

آپ کا خیر اندیش
ملاکھن چکر عقی عتہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زریں ارشادات

— علمائے بدوہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔

— پیر کا دل مرید کے مال میں ہونا مرید کی ہدایت کے مانع ہے۔

— تہ ہے اس طریقہ پر جس میں گالی دینا عبادت ہے۔ اہل کرم وہ ہے جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔

— نیک بات دوستوں کو پہنچا دے، اور مخالفوں سے بخت مت کر۔

— بھائی کا حق اس جگہ معاف کرالے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔

— اہل الشر سے کرامت مت ڈھونڈو، مان کے وجود ہی کو کرامت جانو۔

— عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے لیکن بد اعتقاد ہی پر نہیں

— جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔

صرف یہی نہیں کہ وہاں دنیا کے بڑے بڑے لوگ دیکھنے کو ملیں گے۔ بلکہ اودھ بھی بڑی پیاری پیاری چیزیں مثلاً پرسی و ش، زہرہ جبین، متالہ عالم اور ساختہ پرداختہ ایکڑ سیں ہوں گی جن کے جمال کے لئے دایان ریاست تک تڑپتے ہیں۔ ان سے آپ بڑی آسانی سے مل سکیں گے یہاں تو آپ اپنی گمراہی سے انجاہوں اور رسالوں والوں کو پیسے دے کر صرف شلواز جیسے عریاں افغانے پڑھتے اور تصویریں دیکھ دیکھ کر مزے لیتے ہیں وہاں ان سے براہ راست آپ کو شرف تکلم حاصل ہو گا۔ بڑے بڑے شعراء کے مشاعرے ہوں گے۔ جن میں ہجر وصال محبوب اور شراب و کباب کے حقائق و معارف کے دریا بہاتے جائیں گے شہرہ آفاق ادیبوں کی عملی مجلسیں قائم ہوں گی جنہیں عورت کے پیر کی انگلی سے لے کر پیشانی کے ایک ایک بال تک کی کھال کھینچی جائے گی، راجہ اندہ کے اکھاڑے لگیں گے جن میں مشہور گانے اور ناچنے والیاں جو بڑے بڑے شریف گھرانوں کی اور بی۔ اے۔ اے۔ دایم۔ اے پاس ہوں گی۔ اپنے ناچ گانے سے بغیر ٹکٹ کے حاضرین کو محفوظ کریں گی۔ قوال بھی ہوں گے، رنڈیاں بھی ہوں گی۔ نقال بھی ہوں گے۔ فلم کمپنیوں کے مالک شہزادی، جواہری، بینکوں کے منیجر وغیرہ غرض یہ کہ قسم قسم کے انسان ملیں گے ہبلا جنت میں یہ روتق پہل پہل اور لطف و مزے کہاں وہاں تو صرف انبیاء، شہداء، صدیقین اور صالحین، جو ریہ، غلمان، فرشتے، انہریں، میوے اور شہد و دودھ ہو گا۔ ہمارا اور آپ کا وہاں ہرگز ہرگز جی نہ لگے گا۔ اس لئے کہ کوئی تفریح اور دلچسپی کا سامان تو وہاں ہو گا ہی نہیں۔ جب یہاں کا کوئی لطف و مزہ وہاں نہ ہو گا۔ تو اس زمانہ کا کوئی زندہ دل عیاش، اور دلچسپیوں میں کھو یا ہوا انسان جنت میں جا کر سینا دیکھنے کہاں جائیگا فلہذا اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جہنم بہت اچھی جگہ ہے

منقولات

مسلمانوں کی موجودہ قومی سیرت کے بعض کمزور پہلو

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)

(گن شتہ سے پیوستہ)

ہو جاؤ۔ (تمثیل)

اس موقع پر ایک مسلمان کا کیا طرز عمل ہونا چاہیئے اور اس کے ایمان اور غیرت دینی کا کیسا تقاضا ہے؟ اس کے لئے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے متبعین کا نمونہ پیش کیا گیا ہے وہ ایک ایسی آیت کے بعد کہا گیا۔

قد كانت لكم اشواق
حسنۃ فی ابراہیمؑ والذین
معہ اذ قالوا لفقوہم انا
براء اذ منکم واما تعبدون
من دون اللہ کفرنا مکم سے اور جن کو تم پوجتے ہو میرا
و بد ادبنا و بینکم ابدل وۃ میں ہم تمہارے منکر ہیں اور
وال بغضاء ابد احسنی تو منعمنا ہم میں تم میں عداوت اور
باللہ و خدا کا بغض ظاہر ہو گیا۔ جب تم

اللہ و اس پر ایمان نہ لاؤ۔

کتنی عجیب بات ہے کہ اہل کفر کو تو اس فرق و افتاد کا احساس ہو۔ اور اپنے دین و مسلک کے لئے محبت و غیرت زیادہ ہو۔ اور وہ اپنے مخالفین سے کبھی اتحاد و موالات کے لئے تیار نہ ہوں مگر اہل ایمان ذرا اسی مصلحت سے ان کے ساتھ موالات کرنے لگیں۔ اس فرق کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے۔

ہا انکم اولاد فہو ذہنہم کل ان تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے محبت
یجوز لکم کہتے ہو مگر وہ تم سے قطعاً محبت نہیں رکھتے

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدائکم و دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو
اولیاء تلقون اکیہم بالموافقہ دوست مت بناؤ تم ان کی
و قد کفرو بما جاءکم من الحق یخبر حبیب اللہ رسول
و آیا کہ ان تو مٹو یا اللہ ہو حالانکہ تمہارے پاس
ہر ایک ان کہ تم خیر جہاد فی سبیل اللہ و تبغاء فرما فی
تسبیح ایلہم بالموافقہ اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے
و انا علم بما اخصیتم پروردگار اللہ پر ایمان لائے
و ما اعلستم و من یفعل منکم فقد ضل سرائل السبیل
ان یتفقو کم یکووا لکم کی غرض سے اور میری صاف
اعداء و یستطو ایلکم کی طلب میں نکلے ہو تو ان سے
ان یحکم و لیسنتہم تمہیں دوستی نہ رکھنی چاہیئے
بالسوء و قد ذل و لولہ لکفر ذن تم ان سے چپکے چپکے دوستی
کی باتیں کرتے ہو۔ حالانکہ مجھے ان سب چیزوں کا اچھی
طرح علم ہے جو تم چپا کر رکھتے ہو اور جو شخص تم میں سے
ایسا کرے گا۔ وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ اگر ان کو تم
پر دسترس ہو جائے تو وہ کل کر تمہارے دشمن ہو جائیں
اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان
درازی کرنے لگیں۔ وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ تم کا فر

ولن ترضی عنک الیہود | تم سے یہودی اور عیسائی اس وقت
ولا النصرانی حتی یشتبہ | تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک
صلتھنہم (البقرہ) | تم ان کے مذہب کے بالکل پیرو
نہ ہو جاؤ۔

اس تفصیل و وضاحت کے ساتھ نہ ہی لیکن اجمالی طور
پر مسلمانوں کے دلوں میں اب کچھ مدت پہلے تک بے دین
و لائبرپ یورپ اور اس کی حیوانی تہذیب و نظام کے
لئے نفرت موجود تھی۔ "کافر فرنگی" نفرت و حقارت کے لئے
ضرب المثل تھا لیکن ہم کو اس حقیقت کا برملا اظہار کرنا چاہیے
کہ اس چالیس برس کے عرصہ میں مغربی تعلیم و تہذیب نے
بندہ رنج اس نفرت کو کم کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ نفرت
کے بجائے رغبت پیدا کر دی۔ اس تبدیلی کی پوری ایک تاریخ
ہے۔ پہلے اس نے مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا کیا مغرب
کا بالعموم تفوق ذہن پر قائم کیا۔ اس کا پورا نظام نہایت
خوشنما اور آراستہ کر کے دکھایا۔ پھر اس کی محبت کو قلب و دماغ
کی گہرائیوں میں اس طرح اتار دیا کہ تعلیم یافتہ مسلمان
کے لئے اس سے انحراف مشکل ہو گیا یہاں تک کہ سیاسی
طور پر اگر اس کو اس سے اختلاف بھی ہو تو وہ اپنی اور تہذیبی
حیثیت سے اس کا ربط اس سے قائم رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ
مسلمان کی ذہنیت اتنی تبدیل ہو گئی کہ اس کو دنیا میں اگر
اپنا کوئی حلیف اور سرپرست نظر آتا ہے تو صرف یورپین
طاقت۔ اس نے اس حقیقت سے انکھیں بند کر لیں۔ جو
روز روشن کی طرح ہے کہ اس کا اصلی اور عالمگیر حلیف جس
سے پہلی صدی ہجری سے اس چودہویں صدی ہجری تک
مسلحہ معرکہ آرا رہی۔ اور جو دنیا کی قیادت اور اس
کی تعمیر نو میں اس کا اصلی رقیب اور مزاحم ہے۔ وہ یورپ
ہے۔ اس نے اس نکتہ کو بالکل نہیں سمجھا کہ جب تک یورپ
کامیابی آقا دار دنیا میں قائم ہے۔ اس وقت تک دین کی
دعوت پورے طور پر سرسبز نہیں ہو سکتی۔ اور اس میں وہ

طاقت جذب کشش نہیں پیدا ہو سکتی جس کی وہ مستحق ہے
جب تک یورپ تہذیب دنیا کے لئے مقتدا اور پیشوا ہے اس
وقت تک انسانی محاسن و فضائل اور اسلام کے معیار
اخلاق کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلام کی اور باتیں
انسانیت کی عین مصلحت یہ ہے کہ یورپ کو منصب قیادت
سے معزول کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور چونکہ مسلمان
ہی دنیا کے اخلاق اور صلاح و قساد کے ذمہ دار ہیں اور
وہی دنیا کے محتسب ہیں اس لئے یورپ کو اس منصب سے
ہٹانا تنہا ان ہی کا فریضہ ہے۔ اور مسلمانوں ہی کا منصب ہے
کہ یورپ کو رہنمائی و سرکاری کے مقام سے ہٹا کر دنیا کی
نہ نام قیادت خود سنبھالیں۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ان مسائل پر اس نقطہ نظر
سے غور نہیں کرتے۔ اور ان کو اپنی صیح حیثیت یا وہی نہیں
وہ یورپ کو پورے طور پر بے نقاب ہوئے کے بعد بھی پہچان
نہیں سکے۔ ان کی نظراب بھی محدود اور کوتاہ ہے۔ اور
وہ قومی مصلحتوں اور محدود جغرافیائی مسائل میں اس عالمگیر
ضرورت کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور وہ بہترین فرصت ضائع
کر رہے ہیں۔ جو تاریخ میں صدیوں میں پیش آتی ہے۔

بے عملی و بزدلی

مسلمانوں پر اس وقت ایک نظر ڈالنے سے ایک عام
ذہنی و نفسی کیفیت نظر آتی ہے جسے پورے طور پر الفاظ
میں ادا کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن شاید قریب تر الفاظ
یہ ہوں کہ "کچھ کچھ بغیر سب کچھ پا جانے کی خواہش" گویا
استغفار کی زبان میں مسلمان بیٹھے بیٹھے شطرنج کی ایسی
چال چلن چاہتے ہیں کہ دفعتاً ہاڈی مار لیں اس میں شک
نہیں کہ مسلمان سیاست میں دیر سے آئے لیکن یہ حقیقت
ہے کہ انہوں نے سیاست کا مفہوم محض انجمن آرائی و تبادیل
کی منظوری اظہار کرتے اور زیادہ سے زیادہ اظہار

نامہ اعلیٰ سمجھا جس سیاست کی بنیاد آج سے ۳۰-۴۰ سال پہلے پڑی تھی۔ اس کا مزاج اور خمیر تمام تریبی تھا، بلکہ درحقیقت یورپ میں بھی اس وقت رجب انتخابی اور جمہوری زندگی کا آغاز تھا، سیاست کا مفہوم اس سے کچھ زیادہ نہ تھا۔ مگر اس کے بعد سے تمام دنیا کے حالات بہت سرعت کے ساتھ بدل گئے۔ اب سیاست نام حدود و جہد اور اثر و قربانی کا ہے۔ مگر مسلمانوں میں تبدیلی بہت دیر میں واقع ہوئی ہے۔ اور غیبات ہے کہ ان کا سب سے زیادہ بدلنے والا طبقہ سب سے کم بدلنے والا ہے۔ اور سب سے زیادہ متحرک اور ترقی پسند جماعت سب سے زیادہ جامد اور ساکن واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ تحریک خلافت کے چند سالوں کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کی پوری سیاسی تاریخ محض جلسوں، تقریروں، تجاویز، بیانات، خود اور یاد دہانیوں، مسودہ نظم کی روداد ہے انہوں نے مغربی سیاست کا جو سبق یاد رکھا ہے وہ صرف یہ کہ سیاست نام ہے دماغی ذہانت، قانونی قابلیت، سیاسی حاضر دماغی اور حسن تقریر کا لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ یہ مجلسی (پارلیمنٹری) سیاست کے لئے تو مفید ہے مگر خارجی اور عملی سیاست اور انقلابی جدوجہد کچھ اور چاہتی ہے۔ اور کبھی کبھی اس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔

اس تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اتنی ذہنی پستی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ شہادت (دشمن کی مصیبت پر خوشی) پر اتر آئے ہیں۔ تو بے دوا اور گردش زمانہ کا انتظار ہے ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ اخلاقی طاقت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ وہ دہروں کی حیرت و جانبازی اور اثر و قربانی کا اعتراف بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس کے ماننے کے لئے بھی تیار نہیں کہ کوئی قوم کسی صحیح یا غلط مقصد کے لئے کوئی قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔

یہ صورت حال بھی تشویش کا باعث ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں پر اپنی کمزوری اور ناتوانی کا احساس اتنا

طاری کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو کسی جدوجہد اور قربانی کا اہل نہیں سمجھتے۔ اور کسی قسم کے خطرات کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ مسلمان خبر روزہ کی طرح ہیں جس کے لئے ہر حال میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اس لئے زندہ چھری پر گرنے کو تیار ہیں اور نہ چھری کو اپنے اوپر گرنے دینا چاہتے ہیں۔ نیز ان کو دوسری طاقت پر اعتماد کرنے کا ایسا عادی کر دیا گیا ہے کہ وہ خدا پر بھروسہ کرنے اور اعتماد علی النفس کی دولت سے محروم ہونے جا رہے ہیں یہ صورت حال وقتی اور عارضی نہیں ہے۔ اندیشہ ہے کہ اگرچہ ان حالات میں مسلمانوں کی مجاہدہ روح اور ان کا جذبہ سرفروشی ایک مدت طویل کے لئے سرد نہ ہو جائے۔ اور وہ تو کل علی اللہ اور پھر اعتماد علی النفس کے جوہر سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ مسلمانوں کا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کی تلافی آسانی سے ممکن نہ ہو گی۔

مسلمانوں کو یہ اپنے آپ سے مایوسی اور اقدام علی الغیر اپنی کمزوری کا ضرورت سے زیادہ احساس اور دوسروں کی طاقت کا ضرورت سے زیادہ اندازہ اور اقلیت و اکثریت کے مسائل سے شب و روز کا یہ انہماک، انگریزی تعلیم و تہذیب اور مغربی سیاست کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کو ایک جامہ قوم دیکھنے کی عادی ہے۔ اور جو اعداد کے ظلم سے کسی طرح نہیں نکل سکتی۔ اور جو ایمان و توکل کی دولت سے محروم ہے۔ اس زہر کا تر باق قرآن و حدیث کی اشاعت ہے۔ جب تک مسلمان کی سیاست قرآن و حدیث پر مبنی تھی اور اس کے دماغ و دل اور روح پر ان کا اثر تھا۔ اس میں اتنا عزم و توکل اور خدا کے وعدوں پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس سے خارق عادت واقعات صادر ہوتے تھے۔ محمد بن قاسم فاتح سندھ اور طارق بن زیاد فاتح ہند کے واقعات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کی آیت۔

کی کسی کمزوری سے یا شخصی رائے اور فیصلہ کی غلطی کی وجہ سے ان کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھا، وہ ان کا آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا جو ہر یا غلط چیز سے انکار کر دینے کی طاقت اور شریعت کا یہ زریں اصول تھا کہ کلام اللہ مخلوق فی آفاق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی معصیت الحائق اطاعت صحیح نہیں ہے۔

اسی کا مظاہرہ تھا کہ حضرت عمرؓ کو برسرِ منبر ایک بڑھیا اور عرب کا ایک بدو ٹوک دیتا تھا۔ اور وہ اس کے سامنے سر جھکا دیتے تھے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی شخصی سلطنت کے بڑے سے بڑے دور استبداد اور جبر میں بھی مسلمانوں کی آزادی رائے کبھی سلب نہیں ہوئی۔ اور بادشاہوں کے غلط فیصلوں اور غلطیوں کی غلطیوں کے خلاف علمائے دقت نے ہمیشہ آواز بلند کی، جس سے دین و ملت اور مسلمانوں کے عام مزاج و طبائع میں تحریف نہیں ہو سکی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سعد بن مسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل کے واقعات تاریخ اسلام میں روشن رہیں گے۔

اسلام میں مطلق و غیر مشروط اطاعت صرف اللہ و رسول کی ہے۔ باقی کسی انسان کی اطاعت غیر محدود اور غیر مشروط نہیں ہے بلکہ اس کی اطاعت اس وقت تک ہے، جب تک وہ اللہ و رسول کی اطاعت کو تار ہے کسی خلاف شریعت فیصلہ اور کسی ایسے حکم کی تعمیل میں جس سے دین اور امت کو یقینی طور پر نقصان پہنچتا ہو اطاعت جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجاہدین کی ایک جماعت پر ایک صحابی کو سردار بنایا اور لوگوں کو اس کی اطاعت و تعمیل حکم کی تاکید کی۔ راستہ میں سردار کو اپنے ساتھیوں سے کچھ شکایت پیدا ہو گئی اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، پھر اس میں آگ لگائی اور الاؤ تیار کیا۔ پھر لوگوں سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ

لا تھنوا ولا تھزوا وانتم کہ سست پڑو اور نہ غلین ہو الا علون ان کتم موئین انہیں بالادب ہو۔ اگر تم مومن ہو۔

اور

کہ من فئۃ قلیلۃ غلبت کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے فئۃ کثیرۃ یا ذین اللہ حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب د اللہ مع الصبرین۔ آگئیں اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

جن لوگوں کے سامنے رہتی تھیں اور ان کا اس پر بیان تھا۔ انہوں نے مٹھی بھر جماعتوں سے ملکوں کو فتح کر لیا اور وہاں کی تہذیب زبان و معاشرت کو بالکل بدل دیا۔ آج بھی صرف قرآن و حدیث کی اطاعت ہی مسلمانوں میں اعتماد و قلب کی طاقت پیدا کر سکتی ہے۔

صحابہ کرام اور مجاہدین اسلام کے حالات و واقعات کی اشاعت بھی اس نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے خصوصاً قریب کے حالی بہت مجاہدین کے سوانح و حالات مثلاً حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، شیخ سنوسی محمد بن عبدالکریم دینی جنہوں نے قریب تر ماضی میں نہایت قلیل طاقت اور رہنمائی کی بہت تھوڑی تعداد کے ساتھ بڑی سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور ایمان کی طاقت اور عزم و توکل کا اعلیٰ مظاہرہ کیا۔ جو لوگ سیاسی تحریکوں سے ہٹ کر مسلمانوں میں تعمیری اور فعلی کام کر رہے ہیں ان کو اس ضرورت کی طرف جلد متوجہ ہو جانا چاہیے۔ کہ یہ مسلمانوں کی کسی سیاسی خدمت سے کم اہم کام نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی سیاست کی صحیح بنیاد ہے۔ اور اسی پر ان کے مستقبل کی تعمیر ہوگی۔

غیر مشروط اطاعت

(۱) مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جوہر جس نے کسی غلط چیز کو عام طور پر مسلمانوں پر مسلط ہونے سے روکا اور قیادت

صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت و تعمیل حکم کی تاکید نہیں کی تھی؟ لوگوں نے اقرار کیا۔ اس نے کہا تو پھر میرا حکم ہے کہ اس آگ میں کود پڑو۔ لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ خودکشی حرام ہے۔ اور فعل حرام میں آپ کی اطاعت ہمارے لئے ضروری نہیں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے لوگوں کے کام کی تصویب فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس آگ میں کود جاتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے لیکن اب آدھریں سالوں سے مسلمانوں میں سیاسی شخصیت ہستی اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ وہ اپنے قائدوں کے احکام اور فیصلوں کی کسی قسم کی تنقید کے لئے تیار نہیں۔ اور ہر خط اور صحیح حکم کی تعمیل اور اس کی توجیہ و تامل اپنا اسلامی فریضہ سمجھنے لگے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قائد کے احکام کی تعمیل بھی ضروری ہے۔ اور مسلمانوں میں رائے و اختلاف کی آزادی بعض دور میں بے اعتدالی اور فوضیت (انارکی) یا فاجیت کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جب قائد مسائل اسلامیہ میں اعلیٰ بصیرت اور درسوخ نہ رکھتا ہو اور سیاست اسلامی میں تقویٰ و تدبیر کے ساتھ فقہ و اجتہاد کی قابلیت اس کو حاصل نہ ہو اس وقت اپنے کو کالیٹ فی پیر الغصالی (مردہ پرست زندہ) کے طور پر اس کے حوالے کر دینا صحیح نہیں ہے۔ اور وہ بڑے عظیم دینی و سیاسی خطرات کا باعث ہے۔

ابتدال و اشتعال

(۱) یہ چند کزدہ پہلو ہیں جو ہم کو اس وقت کم سے کم ہندوستان کے مسلمانوں کی قومی سیرت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور جو سیاسی جماعتوں اور مسلکوں کی حمایت یا مخالفت کے جذبہ سے یا نکل علیحدہ ہو کر پیش کئے گئے ہیں۔ اس کا محرک اسلامی احساس اور درد دل کے ہوا کچھ نہیں۔ اسلامی جبرائیل و رسائل سے گزارش ہے کہ وہ

اس مضمون کو جنبہ یا اختصار کے ساتھ شائع کر کے ایک بڑی اسلامی خدمت انجام دیں۔ یا ان مقاصد اور معروضات کو خواہ کچھ تنقید و اختلاف کے ساتھ اپنے طور پر اپنے الفاظ و مضامین میں پیش کریں۔

صحیح تعلیم اور اخلاقی و ذہنی و سیاسی تربیت کی کمی اور خود غرض اور جاہ طلب رہنماؤں کی ناقابل تلافی اور بے ضرورت اشتعال انگیزی کی وجہ سے نیز صحافت و سیاست و ادب کی ہستی اور سوتیلانہ طرز تحریر کی وجہ سے ایک عرصہ سے ابتدال و اشتعال ہندوستانی مسلمانوں کا عام مزاج بن گیا ہے۔ حالات کی معمولی سی تبدیلی اور تحریف سی ناراضگی کے موقع پر دماغی توازن کھو دینا، اور ضبط و اعتدال اور انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا اور ہر اختلاف میں مخالفت کی عامیہ انداز و ادنیٰ سطح پر اتر آنا اور اختلاف رائے رکھنے والوں کی مذمت اور انہیں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ اور لغت کا وہ سارا ذخیرہ جس کو میر جعفر زطل اور سودا نے بھی ہاتھ نہیں لگایا بے تکلف استعمال کر دینا ایک قومی شعار بن گیا ہے ان آخری چند برسوں میں کتاب و شریعت اور اسوۂ رسول رکھنے والے مسلمانوں نے جو دلا بچہ منکر شناس توہم علی ان لا تعدوا عدوا ہوا خرب للفقو علی لوگوں کی دشمنی نہیں اس پر آمادہ نہ کہنے پائے کہ تم انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔ انصاف کرو وہ خدا ترسی کے زیادہ قریب ہے اور ولا تتنا بزوایا کاللقاب (اور وہ ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو) کے مخاطب تھے ابتدال و اشتعال اور سیاسی امانت و تبدیلی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے جو تمام میوب و فقاہت کے باوجود یہ پک جابل و سنکر خدا قوموں اور ہندوستان کے خدا ناثنا اس اور آخرت فراموش ہندوؤں میں نہیں مل سکتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا ایک سبب صحیح تعلیم کی کمی اور

اخلاقی و ذہنی و سیاسی تربیت کا افسوسناک فقدان ہے جو لوگ سیاسی تلامذہ اور طغیانوں کی وجہ سے سطح پر آگئے ہیں۔ ان میں سے اکثر تائربت یافتہ مشتعل مزاج اور دینی تبدیلیات سے محروم ہیں۔ قوم بھی عرصہ دراز سے اپنی تعلیم اور اخلاقی تربیت سے محروم چلی آ رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس بارہ میں مزاجوں کا پورا توافق ہے۔ اور متاع کا ڈال کے ساتھ کارواں کے دل سے احساس نریاں بھی خست ہو رہے ہیں۔

آج ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی میں سیاست و قومیت کی جو اہمیت اور ان کے قلب و دماغ اور اعصاب پر سیاسی حالات و اختلافات کا جو اثر ہے اس سے زیادہ گزشتہ دور میں مسلمانوں کی زندگی اور ان کے قلب و دماغ پر دینی مسائل و اختلافات کا اثر رہ چکا ہے۔ سیاسی مسئلوں اور جماعتوں نے ان کی زندگی اور دلچسپیوں میں ابھی اتنی وسیع جگہ نہیں گھیری اور اتنی بنجیدگی اور گہرائی نہیں حاصل کی جتنی اس دور کے بعض معرکتہ آلا مسائل کو حاصل رہ چکی ہے۔ علمی و دینی حلقے انہیں مباحث و مناظروں سے گرم تھے گھروں میں یہی چرچے تھے جگلوں میں یہی تذکرے لیکن اس وقت کا پورا علمی ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ اور وہ شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے کبھی ضبط و اعتدال کا اور تقاہت و وقار کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ اور رکاکت و ابتذال کی اس سطح پر نہیں آئے جس سطح پر اس وقت کے بلند پایہ اہل سیاست آچکے ہیں۔

اس سلسلہ میں سیاسی رہنماؤں پر بڑی ذمہ داری ہے۔ ان میں سے ایک جماعت قومی جوش اور کسی سیاسی مسلک و خیال کی حمایت میں، اور ایک جماعت محض اپنے ذاتی اغراض اور جاہ و اعزاز کے لئے اپنی حریف جماعت یا قیادت کو نیچا دکھانے کے لئے بڑی

بے دردی کے ساتھ عوام کے جذبات اور ملک کی مصافحت کو استعمال کرتی ہے۔ اور قوم کے اعصاب کو بے جان ڈوریوں کی طرح کھینچتی اور ڈھیلا کرتی رہتی ہے۔ موقع بے موقع اشتعال و ہیجان پیدا کر کے عوام کے ہاتھوں اپنے مخالفوں کی تذلیل و اہانت کر کے اخبار نویسوں کے قلم سے اور مقررہوں کی زبان سے جو وطن کے تذلیل اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کر کے قومی مزاج و مذاق کے بگاڑ کا سامان کرتی ہے۔ اور نادان و بے تربیت قوم کے فرزندوں کے ہاتھ میں گویا دھار دار اور خطرناک اور زہاد دیتی ہے۔ جن کے متعلق یہ کبھی اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کب اور کس موقع پر ان کو استعمال کر نیچے یہ حضرات وقت و جوش میں اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ دوسرے وقت جب یہ عوام رجن کا ہمیشہ راضی رکھنا بہت مشکل ہے ان سے ناراض ہو جائیں گے۔ تو یہ سارے حربے اور الفاظ کا یہ سارا ذخیرہ ان کے خلاف صرف کریں گے۔

ان حضرات سے اس قومی جوش میں دو بڑی مہلک غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہر اختلاف رائے کی گنجائش ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اور بہ جبر و زور قوت ایسے مسائل میں جن پر کفر و ایمان و ہلاکت و نجات کا انحصار نہیں ایک نقطہ پر لے آنا چاہتے ہیں۔ یہ فسطائیت اور خارجی ذہنیت اپنی حیثیت سے بھی ایک فتنہ ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی ایک خطرہ ہے کہ اس سے امت سے بے فکری استقلال اور اجتہاد و تنقید کی قوت سلب ہوتی ہے۔ اور ملت پر ایک ذہنی جمود اور بے شعور تقلید کی فضا طاری ہو جاتی ہے ایسے جبری اور غیر طبعی وحدت خیال کی صورت میں اگر غلطی ہو جائے تو پھر قوم کی کشتی کو ڈوبنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ کہ صرف ایک ناخدا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اشخاص جو ناخدائی کی صلاحیت رکھتے ہیں دست و پا بستہ اور پینہ بہ

دہن ہوتے ہیں جو قبول کیے جاسکتے ہیں نہ ہاتھ پاؤں جلا سکتے ہیں امانت مسئلہ کی راہ یقیناً نہ منتظر و خصوصیت (نہ انوکھ) کی راہ ہے نہ جبریت و فسطائیت (فیض کی راہ)

دوسری خطرناک غلطی یہ ہو رہی ہے کہ عوام کو غلط فہمی ہوتی جا رہی ہے کہ ان کی رائے اور خواہش اصل اور معیار ہے۔ اور خواص اور اہل علم اہل دین کو بھی اسی کے مطابق چلنا چاہئے وہ رہنماؤں، علماء اور اہل فکر کو اپنی رائے اور خواہشات کے مطابق چلنا چاہئے ہیں۔ اور جو اس میں ذرا بھی تامل کرے اُس کے لئے عوہ بڑی سے بڑی سزا تجویز کرتے ہیں جو قرون وسطی کا محکمہ احتساب و انکویزیشن اپنے نزدیک طاعنہ اور مائناؤ خیالوں کو دیا کرتا تھا یہ عوام چار و پنجار مقتدی تو بن جاتے ہیں۔ مگر مولانا محمد علی مرحوم کے بقول مقتدی بن کر نماز خود پڑھا جاتا ہے ہیں اس غلط روی کی وجہ سے قومی و مذہبی زندگی میں جو ابتری و بے نظمی پور اٹھا رہا پیدا ہو گا اس کا تصور کرنا کچھ مشکل نہیں۔ سب سے بڑی ذمہ داری صحافت پر ہے جو ابقت قوم کی سب سے بڑی امانت ہے جس کے لئے بڑی خدا ترسی، تربیتِ اہلیت اور فنی قابلیت شرط ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں مصاحبوں اور نڈیوں، مشیروں اور وزیروں، اشاعروں اور ذمہ سنجوں اور بھدم و دمساز و فقیوں اور دوستوں کو مزاجوں میں وہ درخوردہ دل و دماغ پر وہ دسترس حاصل نہیں تھی جو اس وقت انجاء نویسوں کو قوم کے مزاج و مذاق پر حاصل ہے۔ شاعری، ادب و خطابت و عطا و احتساب کی ساری طاقتیں صحافت کی طرف منتقل ہو گئی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہاتھوں میں ہے تو پوری قوم کے مزاج و مذاق کی اصلاح تصورات کی جمع اور اخلاقی تربیت اور ذہنی ترقی کے لئے اس سے زیادہ مؤثر و مفید اور اس سے زیادہ وسیع اور عمومی راستہ نہیں۔ اور اگر غلط ہاتھوں میں ہے تو اس نہر کا تریاق نہیں۔

بدقسمتی سے بہت سے ایسے لوگوں نے صحافت کا پیشہ اختیار کر لیا ہے جن میں نہ دینی و اخلاقی اہلیت ہے نہ فنی استعداد و

اصول و کردار کے لحاظ سے قطعاً غیر ذمہ دار فن کے لحاظ سے خام، فوٹش اور نا آزمودہ کار زبان و ادب کا معاملہ اہل زبان کے لئے بھی اتنا آسان نہیں جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ محض الفاظ کی نشست ادب و صحافت نہیں بننا سب الفاظ کو مناسب محل پر استعمال کرنا اور الفاظ کا انتخاب بڑی مشق اور زبان کی قدرت کا طالب ہے۔ ہر زبان میں الفاظ کے لئے یہی مادہ راج اور گویا درجہ حرارت و برودت ہے۔ بعض الفاظ روزانہ ہر موقع پر استعمال ہو سکتے ہیں۔ بعض الفاظ کے صحیح استعمال کی برسوں میں فہم آتی مشکل ہے وہ ایسے مواقع کے لئے وضع ہوئے ہیں جو شاذ و نادر پیش آتے ہیں اور ایسا اثر پیدا کرتے ہیں جو اسم نتائج پیدا کرتے ہیں عام اور مقلد حالات کے لئے علقوں، الفاظ میں، غیر معمولی اور انتہائی صورت حال کے لئے علیحدہ الفاظ ہیں، نوشق انجاء نویس، استعمال مزاج ادیب پہلے ہی موقع پر وہ آخری اور انتہائی الفاظ استعمال کر دیتا ہے۔ جن کو ذامین لغت نے خاص مواقع کے لئے وضع کیا تھا۔ اور ایک ایسی غلط اور غیر واقعی فصاحت پیدا کر دیتا ہے جس کا وہ شخص یا صورت حال ہرگز محتاج نہیں جس کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں معمولی غلطی یا معمولی اختلاف کے موقع پر بیزاری و لغت کے آخری الفاظ، مدح کے موقع پر عقیدت و عظمت کے وہ القاب جو اپنے پیشواؤں اور اولیاء امت کے متعلق استعمال ہوتے ہیں، سیاسی مسلک سے معمولی اختلاف رکھنے والوں کے لئے وہ الفاظ و کلمات جو بیزبانی و شمر کے لئے بھی اس امت کے مخاطب لوگوں نے استعمال نہیں کئے ان انجاء نویسوں کا دن رات کا کھیل ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ الفاظ اہمیت اور قوت کھو جاتے جا رہے ہیں اور کم علم ناظرین کا خزانہ معلومات ایسے ہی الفاظ سے بھرتا جا رہا ہے۔ اور وہ اپنی تقریروں، تحریروں اور زبانانی گفتگو میں ان کو بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اور وہانہ زندگی میں ابتداء استعمال کا عنصر بڑھتا جا رہا ہے اس غیر ذمہ دار غیر ثقہ، اور ناقص صحافت کی وجہ سے بہت بڑی مقدار میں آنکھوں کے راستہ لاکھوں مسلمان ناظرین کے ذہن و دماغ میں پھر طلبیں اور

و مذاق میں روانہ اور صبح و شام ایسا نہ ہرگز رہتا ہے جس کا کوئی تر یا کھیا نہیں ہوتا۔ گنتی کے اگر چند اخبارات و رسائل اس نہر کا تر یا بنی بہم پہنچاتے ہیں تو قوم کی بد مذاقی و تبدیل السیدی اور تفریح طلبی کی وجہ سے ان کو وہ مقبولیت اور عمومیت حاصل نہیں جس کے وہ مستحق ہیں یہ مہم اور بیمار صحت قلب و نظر کا نتیجہ ہے۔ ایسا ماؤف کوئی نتیجہ ہے کہ کسی سنجیدہ و معتدل اور صحیح چیز کو وہ پسند نہیں کر سکتی۔ اور اس کے قبول کرنے اور مضمر کرنے سے وہ مستقل طور پر معذور ہو جاتی ہے۔ بعض اخبارات و رسائل کو اس بارہ میں کمال حاصل ہے کچھ مدت تک ان کو پڑھتے پھرتے سے دماغ میں ایک خاص قسم کی ایک عجیب پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی صحیح اور متوازن چیز کے نفوذ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ اور سیدھا سادھا اخبار میں دنیا کو، واقعات کو، اشخاص کو اور دینی مسائل و احکام کو اخبار نویس ہی کی نظر سے دیکھتے دیکھتے ہی ادبی رسائل کا حال ان اخبارات سے برابر ہے۔ چند سنجیدہ علمی و ادبی رسائل کو چھوڑ کر سستے قسم کے کثیر الاشاعت رسائل جو نوجوانوں کے اخلاق اور زندگیوں کو اس سے زیادہ تباہ کر رہے ہیں۔ جتنا طاعون اور وبا کی امراض کسی ملک یا بستی میں پھیل کر انسانی نفوس کو تباہ کرتے ہیں۔ یا پلنگر و ہلا کو اپنے مفتور مالک میں تباہی و ہلاکت پھیلاتے تھے۔ دیکھنے شاید کبھی ایسی مجرمانہ اور ذلیل تجارت کا تجربہ ہو رہا ہے جس کی قیمت قوم کو چھوڑ دینا ہفتہ وار نوجوانوں کے اخلاق جذبات اور صحت زندگی سے ادا کوئی پڑتی ہے۔ بد اخلاق، بد ذوق، اعرابی و بے حیائی اور فسق و معصیت کے یہ جراثیم گھر گھر پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی شہر اقصیٰ حتیٰ کہ دیہات پہاڑوں کی چوٹیاں، اور چلتی ہوئی گاڑیاں بھی ان سے محفوظ نہیں۔ بے حیائی کی اشاعت، حیوانی خواہشات و برہنگی کا جوش اور جنون پیدا کرنے اور فسق و فجور کو خوش نما اور دلچسپ بنانے اور مقبولیت و شرافت اور اخلاق کو بے وقعت اور قابل مضحکہ قرار دینے میں ان رسائل نے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ آج تک کسی تحریک و قوت کو حاصل نہیں ہوئی۔ اگر قوم میں اخلاقی شعور

ہوتا تو وہ ان نامرہ سواد آگروں سے وہ سخت سے سخت محاسبہ کرنا جو سب بڑے قومی مجرمین سے کیا جانا چاہیے لیکن وہ ان کی سر پرستی یا اپنی غفلت سے ان سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ اگر کچھ عرصہ تک یہی حال رہا تو قوم اخلاق کی اس سطح پر پہنچ جائے گی جس پر فرانس اور یورپ کی بعض دوسری قومیں پہنچ گئی ہیں۔ اور پھر سلام کی دعوت و نمایندگی تو الگ ہی وہ کسی سنجیدہ و تعمیری کام اور کسی جدوجہد کے قابل بھی نہیں رہے گی۔ **اطلاعات** فائدہ اعلیٰ و معزز یہ بھی ہے کہ اس میں تدریس کا سوال کے پہلے حصہ میں طلبہ کا داخلہ شروع ہو گا۔ علوم و فنون کے شوقین طلبہ شوال میں تشریف لاکر اپنی علمی پیاس کو بجھائیں۔ دارالہدی کے مدرس عزیز یہ کہ درس مولوی دوست محمد صاحب سے تشریف لیتے ہیں اور ان کی جگہ مولوی عارفی صاحب کا تقو ہو گیا ہے جو نہایت خوش سہولی کے ساتھ درس قرآن مجید اور تدریس کتب کا کام چلا رہے ہیں نیز حافظ حسن محمد صاحب بھی کچھ نذران مجید پڑھاتے اور یاد کرنے میں تندی سے کام لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو شفا مستور رحمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ امیر حزب الانصار مولانا حاجی افتخار احمد صاحب مولوی سید محمد شاہ صاحب بھٹری اور دوسرے مبلغین نے مئی کے آغاز اور ماہ جون میں ضلع میانوالی کے مختلف دیہات، چیک راماس، جاوہ، نور خانہ، والا، کوٹ حاکم خاں، جاوہ علی پور، لون، چک سلطان پور، لون، راجھے والہ، ۱۹ چک کوٹ مریم، شمس الملک سمندری ضلع دال پور وغیرہ وغیرہ متواتر کا دورہ کیا اور مختلف تقریریں کر رہے ہیں محمد اللہ تعالیٰ حزب الانصار کے معاونین و متعلقین کا حلقہ وسیع ہو رہا ہے۔ لوگوں نے ہر جگہ گر جوش اور خلاص کے ساتھ تقریریں سنیں خصوصاً ۱۳۲۷ھ متصل سمندری ضلع لائپلو ۲۲، ۲۳، ۲۴ جون کو حزب الانصار کے زیر اہتمام شاندار جلسہ منعقد ہوا امیر حزب الانصار کے علاوہ مولوی سید محمد شاہ صاحب مولوی نور محمد صاحب مولوی محمد عالم صاحب نے تقاریر اور مواعظ حسنہ سے لوگوں کو غلظت اور سبک کر دیا۔ اور نہایت کامیاب جلسہ ہوا۔

تبلیغی کتابیں

جام حیات

حیات پر دلالت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ السلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آویز طرز تحریر سے ہر کتاب تحریر کرانی تھی ہے جو کہ ہر دوقولین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب رحمہ نے یہ کتاب مولانا محمد حسین رضا شوق سابق صدر المذہب دارالعلوم عزیزیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرانی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کراچی کی ہے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۱۰ محلولہ اک۔

اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرات قاتلان حسین کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے کھنجر حضرت حسینؑ کو کہ بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت سبھی سے شہید کر نیوالے شیعہ اور پیشوایان مذہب شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھیے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۶ کتاب لغریب طباعت دیدہ زیب کاغذ بہتر قیمت میں آئے محلولہ اک ۱۰۔

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوئی رحمۃ اللہ علیہ آخری پیغام حق کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور امید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام افادہ کیلئے نمایاں شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی ہے۔ آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت کریم معقور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گہرے بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔“

قیمت دس آنہ (۱۰) محلولہ اک ۱۰۔

کشف التلبیس

مصنف مولانا مہدولایت حسین شاہ ضاویوری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”نور ایمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رسالہ کی طرف سے شیعوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے جذب پیرا میں تبلیغ رسالہ اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۲ حصہ دوم ۸ حصہ سوم ۱۰ مکمل طلب کرنے پر ہر حصہ محصولہ اک علاوہ ۳۔

بمرق آسمانی جس میں مرزا نے قادیانی کے اپنے قلم سے اس کے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کرائے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات یح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا نا اظہر مذکور کیا ہے قیمت ۸ محلولہ اک ۲۔

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صواریل

جو آگست ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا کہ خراج تحسین کر شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سست الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ ح صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبی کریم احوال ائمہ سادات مہدیائے کرم کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جہاد اور کابریہ کے افکار و آراء کے نقبہ اسات کے علاوہ سیزدہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرا بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۰ صفحہ قیمت ۸ محلولہ اک ۱۰۔

تازیانہ نقشبندیہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب
بکھری اس کتاب میں مرزا قادیانی
کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے
کرام پر کئے تھے قیمت صرف ہر محصول ڈاک ۱۔

اجتناب الخفیہ اس رسالہ میں صد ہا علمائے اسلام کے
تادیبی جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل
واضحہ و براہین قاطعہ سے فرقہ و افق و مرزائیہ کا انکسار و انقضی
و میرزائی سے سختی و عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰
صفحہ قیمت ہر محصول ڈاک ۱۔

تحفہ میرزا یعنی جریۃ شمس الاسلام کے سہ ماہیہ کا ایڈیشن
جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس
میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں

قیمت ہر محصول ڈاک ۱۔
مولانا پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سرستہ
حقیقت شیعہ رازوں کا انکشاف قیمت ۱۔

تہدایا القرآن عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا مبلغ رد
نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطے
بھی رد ہو سکتے ہیں عیسائی لکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن
پر الٰہی مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت
نہایت ضروری ہے فی نسخہ ۲۔

رسالہ خیر جاری در رد مذہب رومی تصنیف پیر
صاحب قاسمی امرتسری قیمت ۱۔
مظلوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلمیٰ اس
کتاب میں صنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مسائل

و اسلامی تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی
دعوت دی ہے۔ قیمت ۵۔

اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیپٹن
۱۰۰۹۔۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء میں انصار سپاہیوں سے آلہ
مکبر الصوت پر خطاب جن میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے
نصب العین کو واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری
تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے انمولانا خلیو راجد صاحب
بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۔

خاکساری مذہب ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نمایندہ
اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی علماء کرام
کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ جو بصورت طریکیہ شائع
کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ انمولانا خلیو راجد صاحب بگوی امیر
مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۔

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس
نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا جن کو
پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لمحہ کی تذبذب سے محفوظ ہوا
اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر
لی۔ اس کتاب کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے
کہ تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر کھو
جاتے تھے۔ یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس کے ۹۲ صفحات ہیں انمولانا
پیرادہ محمد بہار الحق صاحب قاسمی قیمت فی نسخہ ہر محصول ڈاک ۱۔

مشرقی فتنہ محمدی پنجاب غنایات اللہ مشرقی کے کفر پر وہ خیالات
پر لا جواب تنقید از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب
مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲۔ رنی سینکڑہ صرف دو
روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:- پینجر جریۃ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)